﴿... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ (بنی اسرائیل: ٨٠)

الفضل

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ نصیر أحمد قمر

جلد ۲ جمعہ ۲۱ اپریل ۱۹۹۵ء شمارہ ۱۶

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اس وقت مسیح موعودؑ کے ظہور سے انکار گویا خدا اور اس کے رسولؐ کے فرمودہ سے انکار ہے

دیکھو کس قدر گواہیاں میرے اس دعویٰ پر ہیں۔ (۱) نئے نشان جو میرے ہاتھ پر ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں الگ گواہیاں ہیں۔ (۲) ہمارے سید و مولیٰ کی علامات مقرر کردہ کا اس وقت پورا ہونا یہ الگ شہادتیں ہیں۔ (۳) اہل کشف کی پیش گوئیوں کا اس زمانہ میں میرے حق میں پورا ہونا۔ جیسے شاہ ولی اللہ کی پیش گوئی اور نعمت اللہ کی پیش گوئی اور گلاب شاہ کی پیش گوئی۔ یہ تمام الگ شہادتیں ہیں۔ (۴) اور صدی کے سر کا ایک ایسے مجدد کو چاہنا جو کسر صلیب کے لئے مامور ہو۔ یہ الگ شہادت ہے۔ (۵) زمانہ کی حالت موجودہ کا ایسے امام کو چاہنا جو آفات حملہ صلیبیہ کے مناسب حال ہو یہ الگ شہادت ہے۔ غرض ہر ایک طریق سے حجت پوری ہو گئی ہے۔ اب جو شخص انکار کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے ارادہ کا مقابلہ کر رہا ہے۔

اگر کوئی شخص تعصب سے الگ ہو کر اور پاک طبیعت لے کر ہمارے ان دلائل کو بامعان نظر دیکھے گا وہ نہ صرف یہی دلائل بلکہ دلائل پر دلائل معلوم کرے گا۔ اور ثبوت پر ثبوت اسے نظر آئے گا۔ جو لوگ اس بات کو نہیں مانتے کہ یہی وقت مسیح موعود کے ظہور کا وقت ہے ان کو بڑی دقتیں پیش آئی ہیں اور ان کا دل ہر وقت انہیں جتلا رہا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے الزام کے نیچے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ زمانہ آگیا۔ اور بہت سا حصہ اس میں سے گذر بھی گیا۔ پھر اس وقت مسیح موعود کے ظہور سے انکار گویا خدا اور اس کے رسول کے فرمودہ سے انکار ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ وہ آفتیں برپا ہیں جن کا برپا ہونا مسیح موعود کے ظہور کے لئے ایک پختہ اور قطعی علامت ٹھہرایا گیا تھا۔ کیا انہیں معلوم نہیں ہوا کہ کسوف و خسوف رمضان پر بھی کئی سال گذر گئے جو دارقطنی میں امام باقر سے مہدی موعود کا نشان قرار دیا گیا تھا۔ اور اس کا معجزہ سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ نشان مہدی موعود یعنی خسوف و کسوف ماہ رمضان میں فتاویٰ ابن حجرؒ میں بھی لکھا گیا تھا جو حنفیوں کی ایک نہایت معتبر کتاب ہے۔ پھر کیا وجہ کہ زمین کے نشان بھی ظاہر ہو گئے اور آسمان کے بھی۔ مگر مسیح موعود ظاہر نہ ہوا؟ کیا ارتداد کی وباء پھوٹ نہیں پڑی؟ کیا اب تک کئی لاکھ آدمی طعمہ نہنگ مخلوق پرستی نہیں ہو چکا؟ کیا عیسائیت آگ کے طوفان کی طرح بہت سے گھروں کو کھا نہیں گئی؟ پس کیا اب تک وہ وقت نہیں پہنچا کہ خدا کی نظر گم گشتہ انسانوں کو رحم کی نظر سے دیکھے اور صلیبی حملوں کی کسر میں مشغول ہو؟ کیا اسی غرض سے چودھویں صدی کے سر کی انتظار نہیں تھی؟ سچ کہو عام مسلمانوں کا کانشنس بموجب قول مشہور "زبان خلق نقارہ خدا" چودھویں صدی کی نسبت کیا بول رہا تھا؟ سو بھائیو آؤ! خدا سے صلح کرو؟ سچی پرہیز گاری سے کام لو۔ آسمان اپنے غیر معمولی سماوی حوادث سے ڈرا رہا ہے۔ زمین بیماریوں سے انذار کر رہی ہے۔ مبارک وہ جو سمجھے .... ۔

.... حالات موجودہ سخت خوف میں ڈالتے ہیں۔ کیونکہ وہ زیرکی جو زمانہ کے مناسب حال ان لوگوں میں پیدا ہونی چاہئے تھی وہ ان کو چھو بھی نہیں گئی۔ آج تک یہ لوگ اس قابل بھی نہیں ہوئے کہ ان موٹے اور خائنانہ اعتراضات کا جواب دے سکیں جو پادریوں کی طرف سے ہوتے ہیں۔ حالانکہ پادریوں کے اعتراض ایسے بے ہودہ ہیں کہ گو بظاہر کیسے ہی ملمع کر کے دکھلائے جائیں لیکن اگر پردہ اٹھا کر دیکھو تو بالکل کمزور اور ہنسی کے لائق ہیں۔ یہ لوگ یعنی عیسائی علوم عربیہ اور ہماری کتب دینیہ سے سخت غافل سخت بے خبر اور قابل شرم باتیں پیش کرتے ہیں۔ تاہم ان مولویوں کی حالت پر افسوس جو ہمیں تو کافر اور کاذب قرار دیں لیکن جو واقعی طور پر ان کو خدمت دینی کرنی چاہئے تھی۔ نہ وہ خدمت کرتے ہیں اور نہ اس لائق ہیں کہ کر سکیں۔ افسوس! نہیں سوچتے کہ ایسے دعوے پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کی رو سے ایک دن ضرور ہی واقع ہونے والا تھا۔ اس قدر تکذیب کا زور دینا پرہیز گاری کی شان سے بہت ہی بعید تھا۔ پھر جس حالت میں وہ دعویٰ ہی نہ تھا اس کے ساتھ قرآن اور حدیث کی شہادتیں تھیں ۔ اس کے ساتھ ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کردہ شہادتیں تھیں۔ اس کے ساتھ آسمانی نشان تھے۔ اس کے ساتھ صدی کا سر بھی تھا۔ اس کے ساتھ علامات قرار داہ کا وقوع تھا تو یہ شتاب کاریاں کب مناسب تھیں۔ اے زود رنج اور بداخلاقی اور بدظنی میں غرق ہونے والو! وہ پیش گوئی جو بڑے شد و مد سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اور خود اس کا وقت بھی مقرر فرما دیا تھا اور وصیت کی تھی کہ اس شخص کو قبول کرو تو کیا ایسا دعویٰ جو رسول کریمؐ کی پیش گوئی کی بنا پر اور عین وقت پر تھا جس میں اس پیش گوئی کی تصدیق تھی ایسی چیز تھی کہ ایک معمولی نظر سے اس کو دیکھا جائے اور اس سے بے پروائی ظاہر کی جائے"۔

(ایام صلح، روحانی خزائن جلد ۱۴ [مطبوعہ لندن] صـ ۳۱۵ تا ۳۲۰)

مختصرات

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ (ایم۔ ٹی۔ اے۔) پر حضور انور کا ہر دل عزیز پروگرام "ملاقات" روزانہ پیش کیا جاتا ہے۔ یہ پروگرام اپنے اندر بہت تنوع رکھتا ہے جس کی وجہ سے بہت ہی دلچسپی اور توجہ سے دیکھا اور سنا جاتا ہے۔ مزید بر آں اپنے افادی پہلوؤں کے اعتبار سے یہ بہت ہی مفید اور ایمان افروز پروگرام ہوتا ہے اور سب احباب جماعت کی دینی اور علمی ترقیات کے لئے ایک تاریخ ساز کردار ادا کر رہا ہے۔ احباب جماعت کو کوشش کرنی چاہئے کہ ان سب پروگرامون کو پوری باقاعدگی اور توجہ سے دیکھیں اور دوسروں کو بھی دکھائیں یہ ایک عظیم نعمت ہے جس کا فیضان عام شش جہات میں جاری و ساری ہے۔ اس سے بھرپور فائدہ اٹھانا ہمارا فرض ہے۔

ہفتہ یکم اپریل ۱۹۹۵ء :

آج حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی بچوں کے ساتھ مجلس ہوئی۔ آپ نے بچوں اور بچیوں کے مابین مختصر بیت بازی کرائی۔ اس کے بعد بچوں سے سترہ آیات مع ترجمہ باری باری سنیں۔ جن بچوں کو ترجمہ نہیں آتا تھا انہیں ترجمہ سیکھنے کی تلقین فرمائی اور جن کو ساری آیات یاد نہیں تھیں انہیں مکمل یاد کرنے کا ارشاد فرمایا۔

اتوار ۲ اپریل ۱۹۹۵ء :

آج بوزنین احباب کے ساتھ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی مجلس سوال و جواب ہوئی جس میں ختم نبوت کے بارہ میں نہایت تفصیلی جواب عطا فرمایا۔ یہ مجلس انگریزی زبان میں ہوئی اور ساتھ کے ساتھ اس کا بوزنین میں ترجمہ کیا جاتا رہا۔ بوزنین احباب میں تبلیغ کے لئے یہ نہایت مفید ٹیپ ہے۔ بوزنین کو تبلیغ کرنے والے احباب کو اس سے ضرور استفادہ کرنا چاہئے۔

سوموار ۳ اپریل ۱۹۹۵ء :

حسب معمول حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہومیو پیتھی کی کلاس لی۔ یہ ہومیو پیتھی کی ۷۵ ویں کلاس تھی۔

منگل ۴ اپریل ۱۹۹۵ء :

آج حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہومیو پیتھی کی ۷۶ ویں کلاس لی۔

بدھ، جمعرات۔ ۵، ۶ اپریل ۱۹۹۵ء :

ہر بدھ اور جمعرات کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ترجمۃ القرآن کلاس لیتے ہیں۔ ان دو دنوں میں آپ نے سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸۱ تا ۱۹۴ اور آیت نمبر ۱۹۵ تا آخر، نیز سورہ النساء کی پہلی دو آیات علی الترتیب پڑھائیں۔ ترجمہ کے علاوہ مختصر اور ضروری تفسیر بھی بیان فرمائی۔

جمعۃ المبارک ۷ اپریل ۱۹۹۵ء :

آج بعد دوپہر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز یورپ کے سفر پر روانہ ہوئے۔ کان اللہ معہ فی کل مکان۔ سفر کی تیاری اور دیگر مصروفیات کی بناء پر آج حضور انور "ملاقات" کے پروگرام کے لئے تشریف نہیں لائے۔ تاہم حضور انور کی ہدایت اور ارشاد کی تعمیل میں "ملاقات" پروگرام کے وقت ایک اور خصوصی پروگرام پیش کیا گیا جس کا عنوان تھا "گلدستہ"۔ اس پروگرام میں تین مبلغین سلسلہ نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابرکت سیرت کے متفرق واقعات پیش کئے۔

(ع۔ م۔ ر)

سر پہ خالق ہے اس کو یاد کرو
یونہی مخلوق کو نہ بہکاؤ!
کب تلک جھوٹ سے کرو گے پیار
کچھ تو سچ کو بھی کام فرماؤ!
کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو!
کچھ تو لوگو! خدا سے شرماؤ!
عیشِ دنیا سدا نہیں پیارو
اس جہاں کو بقا نہیں پیارو

اداریہ

حسنِ ازل

خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ یہ کائنات نہایت حسین ہے۔ اس میں حسن کے لاتعداد جلوے ہر طرف پھیلے پڑے ہیں۔ یہ حسن ظاہری بھی ہے اور باطنی بھی۔ مادی بھی اور معنوی بھی۔ جسمانی بھی اور روحانی بھی۔ کوئی رنگا رنگ مخلوقات سے آباد اس رشک گلزار زمین میں پھیلے ہوئے حسن و جمال کے مختلف نظاروں سے ازخود رفتہ ہے اور کوئی اس پر بہار آسمان کی طرف نظر اٹھاکر جو مہر و ماہ اور ستاروں کے چراغوں سے سج رہا ہے اس کی رعنائیوں سے مسحور اور ان میں مستغرق ہے۔ کوئی حسن صورت پر حسن سیرت کو ترجیح دیتا ہے اور کوئی حسن جسمانی پر حسن روحانی کو۔ کوئی کسی کی خوش الحانی و شیریں بیانی کا قائل ہے تو کوئی کسی کے حسن اخلاق اور حسن کردار سے گھائل ہے۔ ایک دنیا دار کوتاہ بین، سطحی نظر سے دیکھنے والا جب کائنات میں کسی حسن کے مظہر کو دیکھتا ہے تو اسکی نظر وہیں تک پہنچ کر رک جاتی ہے اور وہ اس کے حسن کے نظارہ میں ایسا کھو جاتا ہے کہ اسی کو اپنا مطلوب و مقصود اور اپنا محبوب و معشوق بنالیتا ہے۔ لیکن ایک عارف کی نظر وہاں نہیں رکتی۔ وہ جانتا ہے کہ حسن کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے جس کی تمام خوبیاں حسن و احسان کے کمال کے نقطہ پر پہنچی ہوئی ہیں، جو مستجمع جمیع صفات حسنہ کاملہ ہے اور تمام رذائل اور ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک اور منزہ ہے اور واحد و لاشریک اور مبدء جمیع فیوض ہے، جس کے سبھی نام بیحد حسین ہیں، ہاں جو تمام حسین ناموں سے متصف ہے۔ "لہ الاسماء الحسنیٰ" اس کی شان ہے اور وہ جانتا ہے کہ "حسن خدا کے اسماء سے پھوٹتا ہے"۔ کوئی حسن کا جلوہ ایسا نہیں جو اس کے اسماء سے نہ پھوٹا ہو اور اس کے حسن کے جلوے بے شمار ہیں اور اس کے عجائب کام ناپیدا کنار۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ "اسماء الٰہی کا جو حسن ہے اس میں زمانہ نہیں پایا جاتا"۔ جبکہ اس کے برعکس اس کائنات میں کسی چیز کا حسن بھی اس کا اپنا ذاتی نہیں کیونکہ اس عالم کی کوئی چیز بھی قائم بالذات نہیں بلکہ اس کا ایک خالق ہے جس نے اسے وہ حسن بخشا ہے اور اس عالم مخلوقات میں کوئی حسن خواہ کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو وہ زمانے کی دستبرد سے محفوظ نہیں، اسے تغیر و تبدل لازم ہے، وہ محدود ہے اور بالآخر زائل اور فنا ہونے والا ہے۔ "کل شیئ ھالک الا وجھہ" سوائے اللہ کی ذات کے ہر چیز نابود ہونے والی ہے۔

چنانچہ ایک عارف باللہ جس کے قیام و قعود اللہ کے ذکر سے معمور ہوتے ہیں وہ جب چاند کو دیکھتا ہے تو اسے اس میں جمال یار کا نشان نظر آتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ چشمۂ خورشید میں اسی کی موجیں مشہود ہیں اور ہر ستارے میں اسی کی چمکار کا تماشہ ہے۔ خوبرویوں میں اسی کے حسن کی ملاحت اور ہر گل و گلشن میں اسی کے گلزار کا رنگ جلوہ افروز ہے۔ چشم مست ہر حسیں اسی کا چہرہ دکھاتی ہے اور ہر گیسوئے خمدار کا ہاتھ اسی کے ازلی حسن کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اس میں کلام کی جگہ نہیں کہ جو کچھ اجرام فلکی اور عناصر میں جسمانی اور فانی طور پر صفات پائی جاتی ہیں وہ روحانی اور ابدی طور پر خدا تعالیٰ میں موجود ہیں"۔

برکیے حال ہست در ہمہ حال
رہ نیابد بدو فنا و زوال

پھر فرمایا:۔

"...... اسی طرح تحقیق کی نظر سے یہ بھی سچ ہے کہ جس قدر اجرام فلکی و عناصر ارضی بلکہ ذرہ ذرہ عالم سفلی اور علوی کا مشہود اور محسوس ہے یہ سب باعتبار اپنی مختلف خاصیتوں کے جو ان میں پائی جاتی ہیں خدا کے نام ہیں اور خدا کی صفات ہیں اور خدا کی طاقت ہے جو ان کے اندر پوشیدہ طور پر جلوہ گر ہے"۔

حسن اور عشق کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔ حسن اپنے اندر ایک قوی کشش رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ جو اس حسن ازل پر اطلاع پاتا ہے اور اس کی صفات عالیہ سے فیضیاب ہوکر اس کے حسن و جمال کو احسان کے رنگ میں بھی دیکھ لیتا ہے "وہ خدا کی طرف ایسا کھینچا جاتا ہے جیسا کہ ایک لوہا آہن ربا کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ اس کی محبت خدا سے بڑھ جاتی ہے۔" اس بہار حسن کا ایک جوش ہر دم اس کے دل میں موجزن رہتا ہے اور وہ یہ صدا بلند کرتا ہے:

ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

وہ اس کے سوا ہر دوسرے کی نفی کرتا ہے اور صرف اسی کو اپنا معبود اور اپنا محبوب اور مطلوب و مقصود قرار دیتا ہے اور اس کے عشق میں یوں نغمہ سرا ہوتا ہے:

سب کا وہی سہارا رحمت ہے آشکارا
ہم کو وہی پیارا دلبر وہی ہمارا

احادیث النبی ﷺ

— عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلتَّاجِرُ الْاَمِیْنُ الصَّدُوْقُ الْمُسْلِمُ مَعَ الشُّھَدَاءِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ (ابن ماجہ ابواب التجارات باب الحث علی المکاسب)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیانت دار اور سچا مسلمان تاجر بروز قیامت شہداء کے ساتھ ہوگا۔

— عَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا، فَاِنْ صَدَقَا وَبَیَّنَا بُوْرِکَ لَھُمَا فِیْ بَیْعِھِمَا، وَاِنْ کَتَمَا وَکَذَبَا مُحِقَتْ بَرَکَۃُ بَیْعِھِمَا۔

(بخاری کتاب البیوع باب اذا لم یوقت الخیار ھل یجوز البیع)

حضرت حکیم بن حزامؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خرید و فروخت کرنے والوں کو جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں انہیں اختیار ہے (کہ سودا فسخ کر دیں) اور اگر خرید و فروخت کرنے والے سچ بولیں اور (مال میں اگر کوئی عیب یا نقص ہے تو اسے) بیان کر دیں تو اللہ تعالیٰ ان کے سودے میں برکت دے گا اور اگر وہ دونوں (کسی عیب کو) چھپائیں گے یا جھوٹ سے کام لیں گے تو ان کے اس سودے میں سے برکت مٹا دی جائے گی۔

اے نالۂ خاموش خدا تجھ کو جزا دے
افلاک سے بڑھ عرشِ معلّٰی کو ہلا دے

اے چشمِ ستم دیدہ وہ طوفان بپا کر
جو دیدۂ سفّاک کو بھی خون رُلا دے

اے دل تُو لہُو بن کے مِری آنکھ سے ڈھل جا
چمکا ہُوا رنگِ رُخِ آفاق اُڑا دے

اے خونِ جگر سینہ میں کھول اور اُبل جا
اِک جوشِ جنُوں خیز رگ و پے میں رَچا دے

اے عقلِ رَسا اور ترا اب نہیں کچھ کام
دیوانوں کی فہرست میں اک نام بڑھا دے

گزرا ہے جو نظروں سے وہ بھولیں نہیں نظریں
گزری ہے جو دل پر اُسے دل کیسے بُھلا دے

خود میرے محافظ نے ہی چھینی میری دولت
یہ طُرفہ ستم کیوں نہ مِری جان جلا دے

رگ رگ میں تپِ غم سے لہُو کھول رہا ہے
مُنہ تکتے ہیں حسرت سے مرا میرے ارادے

مخلوق نے انصاف کی توقیر گھٹا دی
اللہ مرا حوصلۂ ضبط بڑھا دے

صد حیف کہ کمزور کو بے وجہ زبردست
اِک تختۂ مشقِ ستم و جَور بنا دے

کیا جُرم ہے کیا میں نے بگاڑا ہے کسی کا
کچھ میری خطا بھی تو کوئی مجھ کو بتا دے

اِک مَیں ہی تو دیوانۂ آئینِ وفا تھا
اللہ! مجھی کو وہ غمِ ہوش رُبا دے

آتے ہی مرا ذکر بدل جاتی ہے تیوری
اب کیا کہوں۔ اللہ اُن آنکھوں کو حیا دے

حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری

اس بن نہیں گزارا۔ غیر اس کے جھوٹ سارا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

خدا تعالیٰ سے سچی محبت کے حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے حسن کا عرفان حاصل کیا جائے جو اسماء باری تعالیٰ پر غور کرنے کے نتیجہ میں حاصل ہوتا ہے اسی کی طرف سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی ایک نہایت لطیف رویا کے حوالہ سے آجکل جماعت کو توجہ دلا رہے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان خطبات کو غور اور توجہ سے سنیں اور پڑھیں اور اس حسن ازل سے ذاتی تعلق قائم کرنے کی سعی کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

پاکستان میں احمدی مسلمان

(آفتاب احمد خان)

[ذیل میں مکرم آفتاب احمد خان صاحب، امیر جماعت احمدیہ .U.K کی وہ تقریر درج کی جاتی ہے جو انہوں نے جلسہ سالانہ یو۔ کے۔ ۱۹۹۴ء کے موقعہ پر کی۔ مکرم آفتاب احمد خان صاحب لمبا عرصہ پاکستان کے سفیر کی حیثیت سے مختلف ممالک میں ملک و قوم کی خدمت بجالاتے رہے ہیں۔۔۔ ادارہ۔]

جس موضوع پر مجھے تقریر کرنے کے لئے کہا گیا ہے اس کے لئے اتنا مواد موجود ہے کہ تقاریر کا ایک سلسلہ قائم کیا جاسکتا ہے۔ ایک احمدی کی حیثیت سے جس نے تیس سال سے زائد عرصہ تک حکومت پاکستان کی ملازمت کی ہے، مجھے پوری طرح احساس ہے کہ میں کوئی ایسی بات نہ کہہ دوں جو سرکاری اداروں کو ناگوار گزرے۔ جس صورت حال سے مجھے دوچار ہونا پڑ رہا ہے اسے ایک شاعر نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے۔

ادھر تقاضائے مصلحت ہے ادھر تقاضائے درد دل
زبان سنبھالیں کہ دل سنبھالیں غریب ذکر وطن سے پہلے

اگرچہ سرکاری نوکری میں کسی کلیدی آسامی پر کام کرنے کا موقعہ مجھے نہیں ملا لیکن خوش قسمتی سے پاکستان کے اندر اور باہر کئی تاریخی واقعات میری موجودگی میں پیش آئے اور پھر پاکستان کے اکثر لیڈروں سے ملاقات ہوتی رہی اور وزراء کے ساتھ کام کرنے کے مواقع بھی حاصل ہوئے۔ اس لئے ایک وفادار پاکستانی اور ملک اور حکومت کے خادم کی حیثیت سے شاید مجھے یہ حق حاصل ہے کہ میں ان اقدامات یا واقعات کے متعلق رائے کا اظہار کروں جن کی وجہ سے موجودہ پاکستان کی سیرت اور صورت وہ نہیں جس کا تصور بانی پاکستان نے پیش کیا تھا اور جن کی وجہ سے آج پاکستان کے تمام شہری موجودہ صورت حال سے نالاں اور پریشان ہیں۔

قائد اعظم محمد علی جناح کو پہلی مرتبہ میں نے ۱۹۴۳ء میں مسلم اسٹوڈنٹ فیڈریشن کے جلسہ میں دیکھا اور سنا تھا جو اسلامیہ کالج لاہور میں منعقد ہوا تھا۔ گورنمنٹ کالج لاہور کے کئی طلباء وہاں موجود تھے اور مکرم ائر مارشل ظفر چوہدری صاحب بھی میرے ہمراہ تھے۔ انہی دنوں میں پنجاب مسلم فیڈریشن کی طرف سے مجھے ذمہ داری سونپی گئی کہ میں ضلع گجرات میں مسلم طلباء کو منظم کروں اور اسی تنظیم کے تحت پہلی مرتبہ گجرات شہر میں قائد اعظم کو خوش آمدید کہنے کے لئے پبلک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں خاکسار کو اسٹیج پر بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔

۱۹۷۹ء میں جب میں نے حکومت کی خدمت سے کنارہ کشی اختیار کی تو ۱۸ اگست کے اخبار "نوائے وقت" کے "سر راہے" کے کالم نے یہ لکھا کہ میں نے ایک بھارتی کمپنی میں ملازمت حاصل کر کے پاکستان کے ساتھ بدعہدی اور بے وفائی کی ہے اور مجھے ان حضرات کے ساتھ شامل کر دیا جو پاکستان کو محض اپنی اغراض کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں نوائے وقت نے دو اور حضرات کا نام لکھا، مکرم فیض احمد فیض اور جوش ملیح آبادی صاحب۔

میں نے نوائے وقت کے ایڈیٹر صاحب کو خط لکھا اور شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے مجھے یہ عزت عطا کی اور ساتھ ہی درخواست کی کہ وہ ایک خط شائع کر دیں جو پنجاب مسلم سٹوڈنٹ فیڈریشن جس کے صدر ان کے برادر محترم حمید نظامی صاحب تھے کی طرف سے میری خدمات کی سلسلہ میں لکھا گیا تھا۔ یہ خط حسب ذیل تھا۔

۱۴ جون ۱۹۴۳ء

برادر محترم
السلام علیکم۔ مجھے فیڈریشن کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرنا ہے کہ آپ نے فیڈریشن کا کنوینر بننے کا فرض سرانجام دیا۔ میں بطور نمائندہ مرکز آپ کا خاص طور پر مشکور ہوں کہ آپ نے نہایت تدبر سے کام لیتے ہوئے فیڈریشن کے نئے انتخابات میں اتنی مدد کی۔ ہمارے نوجوانوں میں یہ احساس نہایت قابل قدر اور مبارک علامت ہے۔

والسلام

افسوس ہے کہ نوائے وقت نے نہ میرا خط شائع کیا اور نہ ہی جواب دیا۔ پاکستانی اداروں کی طرف سے ہمیں جواب نہ دینے کی کہانی کوئی نئی نہیں ہے۔ اس جلسہ سالانہ کے شروع ہونے کے وقت ہماری توجہ اس طرف دلائی گئی کہ جلسہ گاہ کے باہر دوسرے ممالک کے جھنڈوں کے ساتھ پاکستان کا پرچم نہیں لہرا رہا۔ یہ کہانی بھی سننے کے قابل ہے۔ ہم اپنے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مختلف ممالک کے سفارت خانوں کو جلسہ میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں اور ان سے یہ بھی درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے قومی پرچم ہمیں عطا کر دیں تاکہ انہیں لہرایا جاسکے۔ لندن میں پاکستان کا سفارت خانہ ہے جنہوں نے نہ تو کبھی ہمارے جلسہ میں کوئی نمائندہ بھیجا اور نہ ہی پرچم عطا کیا۔ بہرحال ہم خود پاکستان کا پرچم منگوا کر جلسہ گاہ کے سامنے دوسرے پرچموں کے ساتھ لہراتے ہیں تاکہ اپنے ملک کے وقار اور احترام کا موقعہ میسر آئے۔

اس تمہید کے بعد اب میں اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔

جماعت احمدیہ کی سو سالہ تاریخ کا سلسلہ دراصل حضرت خاتم الانبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے ملتا ہے لیکن اس تقریر کی خاطر میں صرف پچھلے بیس سال کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اور اس کا آغاز ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء سے کرتا ہوں۔ اس روز پاکستان کی قومی اسمبلی نے دستور پاکستان میں دوسری ترمیم کا اضافہ کر کے احمدی مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ اس قسم کے فیصلہ کی مثال دور حاضر میں کہیں نہیں ملتی کہ کسی ملک کا سیاسی ادارہ ایک مذہبی جماعت کو مجبور کرے کہ وہ اپنے اعتقادات پر عمل کرنے سے گریز کرے۔

اس فیصلہ کے نتائج بہت دور رس ثابت ہوئے ہیں۔ ایک طرف جماعت احمدیہ نے پچھلے بیس سالوں میں جو حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ اس کا اعتراف دوست اور دشمن کرتے ہیں۔ دوسری طرف ۱۹۷۴ء کے فیصلہ کے تین سال کے اندر حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور کچھ عرصہ بعد اس حکومت کے سربراہ کی بساط بھی لپیٹ دی گئی۔

جہاں تک ۱۹۷۴ء کی اسمبلی کے ممبران کا تعلق ہے جنہوں نے احمدیوں کے خلاف فیصلہ میں شریک ہو کر اسلام کے غازیوں میں نام لکھوانے کی کوشش کی ان کے متعلق حکومت پاکستان کی رائے بھی سن لیجئے۔ ۱۹۷۹ء میں حکومت کی طرف سے جو "قرطاس ابیض" (White Paper) شائع کیا گیا اس کی جلد سوم کے صفحہ ۱۳۰ پر یہ الفاظ لکھے گئے ہیں:

"قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں مسٹر بھٹو کے حامیوں کی اکثریت ایسے افراد پر مشتمل تھی جو بہت گھٹیا شہرت اور کردار کے مالک تھے۔ معلوم ہوا ہے کہ وہ عیاش اور بدکردار تھے اور ان کا پیشہ مجرموں، غنڈوں اور سمگلروں کو پناہ دینا تھا۔ اکثریت کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ وہ خود سنگین اور خوفناک جرائم کے مرتکب تھے"۔

یہ تھا ان لوگوں کی شرافت، دیانت اور اخلاقیات کا معیار جنہوں نے غلامان محمدؐ کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے لئے اپنی عاقبت برباد کرنے کا سودا کر لیا۔ ستم ظریفی کی بھی حد ہے کہ پاکستان کے حکمرانوں نے اس جماعت کے نظریات اور نظام پر ہاتھ اٹھایا جو ہندوستان کے مسلمانوں کے تحفظ اور پاکستان کے قیام کی جدوجہد کی صف اول میں شمار ہوتے ہیں اور جن کے متعلق ہندوستان کے مایہ ناز رہنما مولانا محمد علی جوہر نے اخبار "ہمدرد" کے ۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ء کے شمارہ میں یہ تحریر فرمایا:

"یہ نہایت ناشکری ہوگی اگر ہم مرزا بشیرالدین محمود احمد (یعنی حضرت مصلح موعودؓ) اور ان کی منظم جماعت کا ذکر نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر کوششیں اعتقادی اختلافات کے باوجود مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے صرف کر رکھی ہیں۔ یہ اصحاب (یعنی جماعت احمدیہ) ایک طرف تو مسلمانوں کی سیاست میں عملی دلچسپی لیتے ہیں اور دوسری طرف مسلسل کوشش کرتے رہتے ہیں کہ مسلمانوں میں اتحاد اور یک جہتی قائم ہو جائے۔

وہ دن دور نہیں جب اس منظم جماعت کا طرز عمل نہ صرف مسلم عوام الناس کے لئے ہدایت کا موجب بنے بلکہ ان لوگوں کو بھی رہنمائی عطا کرے جو بسم اللہ کے گنبد کے نیچے ڈیرہ ڈال کر اسلام کی خدمت کے کھوکھلے نعرے لگاتے ہیں"۔

مولانا محمد علی جوہر کی دور رس نگاہوں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ مسلمان صرف جماعت احمدیہ کے تعاون اور اس کی راہنمائی سے ترقی کر سکتے ہیں۔ پاکستان کی تاریخ دیکھئے تو ان کی فراست اور دانشمندی کا ثبوت مل جاتا ہے۔ اندرونی استحکام اور ترقی اور بیرونی عزت اور اعتبار صرف اس وقت پاکستان کو نصیب ہوئے ہیں جبکہ احمدیوں کو آزاد اور برابر شہریوں کی حیثیت سے اپنے ملک کی خدمت کرنے کا موقعہ دیا گیا۔ خواہ وہ کشمیر کے مسلمانوں کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کی قیادت میں جنگ آزادی تھی یا قائد اعظم کو واپس ہندوستان لانے میں ان کا ہاتھ تھا یا تحریک پاکستان کے لئے جماعت احمدیہ کی بے لوث خدمت کا سوال تھا جبکہ دوسری مذہبی جماعتیں اس کی مخالفت پر تلی ہوئی تھیں اور قائد اعظم کو کافر اعظم قرار دے چکی تھیں۔ سلسلہ احمدیہ کے ایک برگزیدہ فرد چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب نے پاکستان کو عدلیہ اور سیاست کی دنیا کی صف اول میں لا کھڑا کر دیا۔ کشمیر کے معاملہ میں انہی کی قابلیت اور فراست کی وجہ سے ہندوستان یو۔ این۔ او۔ میں مدعی بن کر حاضر ہوا اور مدعا علیہ بنکر لوٹا۔ پھر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے پاکستان کے نام کو سائنس کی دنیا میں ایک خاص امتیازی حیثیت دلائی۔ یہ بھی ستم ظریفی کی حد ہے کہ پاکستان میں آج کل جو خود ساختہ تاریخ پڑھائی جا رہی ہے اس میں ان ممتاز احمدی ہستیوں کے نام غائب ہیں۔

تاریخ ہمیشہ دہرائی جاتی ہے اور تاریخ کا ایک اہم سبق یہ بھی ہے کہ جبکہ زندہ قومیں اپنی برگزیدہ ہستیوں کو ہمیشہ محبت اور عزت کے ساتھ یاد رکھتی ہیں وہ قومیں جنہوں نے تنزل اور بربادی کو اپنی منزل بنایا ہوا ہے وہ ہمیشہ اپنے محسنوں کو بھلا دیتی ہیں۔

یہ ۱۹۷۴ء کے فیصلہ کا بھیانک نتیجہ تھا کہ جنرل ضیاء الحق کا گیارہ سالہ تاریک عہد حکومت پاکستان کے نصیب میں آیا۔ پہلے دس سال اس نے نہایت اطمینان کے ساتھ مغربی طاقتوں کی حمایت میں گزارے کیونکہ وہ افغانستان میں روس کے خلاف جہاد کی مہم چلانے میں پیش پیش تھا۔ پھر اس نے پاکستانی ملا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کے خلاف جنگ کا اعلان کیا۔ جولائی ۱۹۸۴ء میں لندن میں ایک ختم نبوت کانفرنس کا انتظام کروایا اور اس کے نام ایک خاص پیغام بھجوایا جس میں اسلام کے لئے اپنی خدمات بیان کرتے ہوئے کہا:

"ہم انشاء اللہ قادیانیت کے سرطان کو نیست و نابود کرنے کے لئے اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے"۔

سرطان کے اس معالج کا جو انجام ہوا وہ دنیا بھر کے لئے عبرت کا مقام ہے۔

اپریل ۱۹۸۴ء میں جنرل ضیاء الحق نے مارشل لاء کا ضابطہ نمبر ۲۰ جاری کیا جس کا حقیقی مقصد یہ تھا کہ سلسلہ احمدیہ کے مرکزی نقطہ یعنی نظام خلافت کو ناکارہ بنا دیا جائے۔ تعزیر پاکستان میں نئے قوانین ۲۹۵/بی اور ۲۹۸/سی کا اضافہ کیا گیا۔ جن کے تحت اگر کوئی احمدی اپنے مذہب یعنی اسلام کی پیروی کرے، اپنے آپ کو مسلمان کہے، یا مسلمان ہونا ظاہر کرے تو وہ مجرم اور سزاوار قرار دیا جائے گا۔ یہ قانون بھی اپنی نوعیت کے لحاظ سے بے مثال ہے۔

SUPPLIERS OF FROZEN AND
FRIED MEAT - VEGETABLE
& CHICKEN SAMOSAS
LAMB BURGERS
KHAYYAMS
280 HAYDONS ROAD,
LONDON SW19 9TT
TEL: 081 543 5882
PARTIES CATERED FOR

جس طرح مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی اسی طرح کوئی احمدی اسلامی تعلیمات اور شعائر پر عمل کرنے سے گریز نہیں کر سکتا۔ پچھلے دس سالوں میں سینکڑوں احمدیوں کو اس قانون کی گرفت میں لایا گیا اور درجنوں احمدی جیلوں کی کال کوٹھڑیوں میں ابھی تک بند ہیں۔ یہ داستان درد ناک ضرور ہے لیکن تاریخ اسلام کا ایک قیمتی سرمایہ بن چکی ہے۔

مارشل لاء ضابطہ ۲۰ کے خلاف دنیا بھر کے باضمیر اور بااصول عوام نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور انسانی حقوق کے حامی اداروں نے اپنی آواز بلند کی:

Amnesty International

Lawyer's Committee on H.R ,

International Commission of Jurists

اور دوسرے ممتاز بین الاقوامی اداروں نے پرجوش احتجاج کئے۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے کمیشن کی اس سب کمیٹی نے جس کا تعلق مذہبی آزادی اور رواداری کی خلاف ورزیوں کو روکنا ہے، اس نے ۱۹۸۵ء میں ایک قرارداد منظور کی جس میں احمدیوں کے خلاف تعصب اور تفریق کا جائزہ لیتے ہوئے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ وہ ضابطہ ۲۰ کو منسوخ کرے اور احمدیوں کی آزادی بحال کرے۔

۱۹۸۶ء میں ہی تعزیر پاکستان میں ایک نئی شق ۲۹۵/سی کا اضافہ کیا گیا جس کے تحت گستاخی رسول کی سزا عمر قید یا موت مقرر کی گئی۔ دو سال کے بعد عمر قید کے الفاظ حذف کر دیئے گئے اور اب ہتک ناموس رسول کی سزا موت ہے۔ حکومت کے نمائندوں نے اس وقت بعض عیسائی لیڈروں کو یقین دلایا کہ یہ قانون صرف احمدیوں کی گرفت کے لئے بنایا گیا ہے۔

۱۹۸۸ء میں محترمہ بینظیر بھٹو صاحبہ کے برسر اقتدار آنے پر پاکستان کے اندر اور باہر یہ تاثر پیدا ہوا کہ چونکہ ان کی پیپلز پارٹی نے ایسے منشور پر الیکشن میں فتح حاصل کی ہے جس میں آٹھویں ترمیم کی منسوخی، جائنٹ الیکٹریٹ اور حقوق انسانی کی پاسداری کے غیر مبہم وعدے شامل ہیں اور وہ خود بھی ایک تعلیم یافتہ، مہذب اور روشن خیال خاتون ہیں اس لئے ان کے عہد میں غیر انسانی قوانین شاید منسوخ کر دیئے جائیں گے۔ لیکن یہ امید پوری نہ ہوئی۔ اسی دور میں چک سکندر اور ننکانہ صاحب میں معصوم احمدی شہید ہوئے۔ ان پر حملے ہوئے اور ان کے گھر جلائے گئے اور حکومت کو ستم رسیدہ احمدیوں کی ہمدردی یا حمایت میں ایک قدم بھی اٹھانے کی ہمت یا جرات نہ ہوئی۔

۱۹۹۰ء میں جناب نواز شریف صاحب وزیر اعظم بنے۔ ان کے عہد میں فیصلہ ہوا کہ شناختی کارڈوں میں مذہب کا ایک الگ خانہ بھی ہوگا۔ اس کے خلاف ملک کے اندر اور باہر شور اٹھا تو مذہبی امور کے وزیر مولانا عبدالستار نیازی صاحب نے فرمایا کہ یہ فیصلہ صرف اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ کیا جائے۔

اکتوبر ۱۹۹۳ء میں بے نظیر صاحبہ نے دوبارہ وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھالا تو اس مرتبہ پھر امید بندھ گئی کہ چونکہ اب انہیں صوبہ پنجاب کی حمایت حاصل ہے اور صدر مملکت بھی ان کے حامی اور ہم فکر ہیں اس لئے شاید ان قوانین پر نظر ثانی ہو جائے جو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے مرتکب سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن یہ خواب بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکا۔ ۳ دسمبر ۱۹۹۳ء کے اخبار ڈان میں نہایت معتبر ذرائع سے یہ خبر چھپی کہ اگرچہ توہین رسالت کے قانون کے بے جا استعمال کے نتیجہ میں جو پریشانیاں ہیں وہ توجہ طلب ہیں لیکن جہاں تک مذہب کے متعلق قوانین ہیں انہیں حکومت ترک کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔

یکم جنوری ۱۹۹۴ء کو محترمہ وزیر اعظم صاحبہ نے جنیوا میں بین الاقوامی انسانی حقوق کے کمیشن سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ان کی حکومت اس بات کا وعدہ کرتی ہے کہ جو مذہبی جنونی نفرت اور محاذ آرائی کے فلسفہ کا پرچار کرتے ہیں ان کے خلاف جنگ جاری رکھی جائے گی۔ افسوس ہے کہ عملاً اس پالیسی کا کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہو رہا۔ پچھلے چند مہینوں میں لاہور، کراچی، مردان اور گوجرانوالہ میں احمدیوں کے خلاف تشدد کے کئی واقعات پیش آئے ہیں۔ لاہور میں دو نوجوانوں کو شہید کر دیا گیا۔ ڈاکٹروں اور کالج کے طلباء پر حملے کئے گئے۔ مسجد پر گولیاں چلائی گئیں لیکن مجرم ابھی تک آزاد ہیں۔ احمدیوں کے جان و مال کی حفاظت تو درکنار حکومت جھوٹی تسلی دینے کی بھی روادار نہ ہوئی۔

اس کے برعکس حکومت پنجاب کی طرف سے ضلع کے حکام کو یہ کہا جاتا ہے کہ جب بھی کسی احمدی کے خلاف ۲۹۸/سی کے تحت مقدمہ درج ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ۲۹۵/سی یعنی ہتک رسول کا جرم بھی عائد کر دیا جائے۔ علاوہ ازیں سرکاری وکیلوں کو بھی ہدایت دی گئی ہے۔ کہ وہ احمدیوں کی ضمانت کی درخواستوں کی پرزور مخالفت کریں۔ لہذا جج صاحبان کے پاس بھی کوئی چارہ نہیں کہ وہ انصاف کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حکومت کی مرضی کے مطابق اپنے فیصلے لکھیں۔

گستاخی رسول کے قانون کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ حال ہی میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبات میں اس مسئلہ کے دینی اور سیاسی پہلوؤں پر تفصیلاً تبصرہ کیا ہے۔ چند روز پہلے ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اس قانون پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ قانون اس قدر مبہم اور غیر واضح ہے کہ اس سے ان عناصر کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے جو مذہبی اقلیتوں یا ان مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں جن کے عقائد اکثریت سے مختلف ہیں۔ اس کی مثال ایڈیشنل جج صاحب لودھراں نے پچھلے مہینے پیش کی۔ تین احمدیوں کی ضمانت کی درخواست نامنظور کرتے ہوئے جج صاحب فرماتے ہیں کہ احمدی ایک سنگین جرم کے مرتکب ہوئے ہیں جس سے مسلمانوں کے احساسات شدید زخمی ہوئے ہیں کیونکہ جج صاحب کے الفاظ میں مسلمان شرک فی التوحید تو برداشت کر سکتے ہیں لیکن شرک فی الرسالت کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔ اس سے زیادہ سنگین گستاخی اور بے ادبی رسول اور کیا ہو سکتی ہے؟

آج کل پاکستان میں مولوی صاحبان یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ ناموس رسول کے علاوہ گستاخی صحابہ کرام کے جرم کے لئے بھی سزا مقرر ہونی چاہئے۔ شیعہ حضرات اور ایران کے احساسات کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت پاکستان کے لئے یہ مطالبہ منظور کرنا بہت مشکل ہے۔ پچھلے دنوں یہ معاملہ سنگین صورت اختیار کر گیا۔ اس خطرہ کو ٹالنے کے لئے حکومت نے حسب دستور احمدیہ کارڈ استعمال کرنے کی ٹھان رکھی ہے۔ مولوی صاحبان کی توجہ دوسری طرف منعطف کرنے کے لئے راولپنڈی جماعت کے عید کمپلیکس کے خلاف ایک مہم چلا دی گئی۔ اور آخر کار حکومت اور مولویوں میں ایک اور معاہدہ ہو گیا جس کی مناسبت سے احمدی خون کے بدلے مولوی صاحبان حکومت کے خلاف اپنی زبان بند رکھیں گے۔ ۱۹۵۳ء میں احمدیوں کے خلاف جو فساد ہوئے تھے ان کے متعلق عدلیہ کے دو ممتاز اراکین جسٹس محمد منیر اور جسٹس اے آر کیانی نے اپنی تحقیقاتی رپورٹ میں کھلے طور پر حکومت پنجاب پر اس سازش میں ملوث ہونے کا الزام لگایا تھا۔ ۱۹۵۳ء سے ۱۹۹۴ء تک پاکستان کی عدلیہ کے نظام میں بے حد تبدیلی آچکی ہے۔

ہر دور میں کسی نہ کسی طریق سے پاکستان کی عدلیہ کی آزادی، بے باکی اور راست گوئی پر حملے ہوتے رہے ہیں اور اب صورت حال یہ ہے کہ جہاں تک احمدیوں کے معاملات کا تعلق ہے عدلیہ بھی اپنے آپ کو ملا کے سامنے بے بس پاتی ہے۔ جولائی ۱۹۹۳ء میں سپریم کورٹ کے تین ججوں نے احمدیوں کی ایک اپیل اس بنا پر خارج کر دی تھی کہ احمدی مسلمان نہیں ہیں۔ اور اگر انہیں صد سالہ جشن تشکر منانے کی اجازت دی جاتی تو اس سے امن عامہ کو خطرہ لاحق ہوتا تھا۔ چوتھے جج نے ایمانداری کے ساتھ اپنے فیصلے میں لکھا کہ اس کیس کی سماعت کے دوران اور پھر بعد میں بھی بہت "کشمکش" رہی۔ اس کشمکش کی نوعیت کیا تھی اس کی مثال بھی پچھلے دنوں منظر پر آگئی۔ چند ملاؤں نے سپریم کورٹ کا گھیراؤ کر کے اس بات کا مطالبہ کیا کہ پچھلی جولائی کے فیصلہ کے خلاف احمدیوں کی ریویو پٹیشن فوراً خارج کی جائے۔ انصاف اور قانون کا تقاضا تھا کہ عدلیہ کے معاملات میں اس قسم کی مزاحمت کی اجازت نہ دی جائے۔ لیکن پاکستان کے وزیر داخلہ نے خود ان مولویوں سے ملاقات کی اور انہیں یقین دلایا کہ اگر سپریم کورٹ کا فیصلہ برقرار نہ رکھا گیا تو وہ مستعفی ہو جائیں گے اور وزیر صاحب نے بھی حلفاً بیان دیا کہ ان کا جماعت احمدیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سپریم کورٹ کے اس فیصلہ کے متعلق دنیا کے کئی ممتاز قانون دانوں نے رائے کا اظہار کیا ہے۔

☆ امریکہ کی Lawyers Committee for Human Rights نے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس صاحب کو خط میں لکھا:

"مارشل لاء کے ضابطہ ۲۰ اور اس کے مضر اثرات اور مذہبی آزادی پر قدغن کی توثیق صریحاً ان بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہے جو دنیا بھر میں معیاری تسلیم ہوتے ہیں۔ آپ کی عدالت کا یہ فرض ہے کہ وہ اس طرح فیصلے کرے جو مذہبی تعصب اور احمدیوں کے خلاف عداوت سے آزاد ہو"۔

☆ اسی طرح انگلستان کی پارلیمنٹ کے حقوق انسانی کی کمیٹی کے صدر لارڈ ایوبری (Lord Avebury) نے لندن میں پاکستان کے ہائی کمشنر صاحب کو اپنے خط میں لکھا کہ اگر سپریم کورٹ کی یہ دلیل تسلیم کر لی جائے کہ:

"امن عامہ کو اس بات سے خطرہ پیدا ہوگا کہ احمدیوں کو اجازت دے دی جائے کہ وہ اپنی مذہبی آزادی کا بنیادی حق استعمال کریں تو اس اصول کی بنا پر ہندوستان میں بھارتیہ جنتا پارٹی (بی۔ جے۔ پی) بھی ایک دن یہ مطالبہ کر سکتی ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں پر بھی پابندیاں لگا دی جائیں کیونکہ ان کی مذہبی آزادی سے ایک ہندو اکثریت ملک میں امن عامہ کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے"۔

دستور پاکستان میں دوسری ترمیم کو بیس سال گزر چکے ہیں اور مارشل لاء ضابطہ ۲۰ کو دس سال۔ ان کے مہلک اثرات نے پاکستان کی سیاست، معیشت، ثقافت اور سماجی زندگی کو مفلوج کر رکھا ہے۔ اس کینسر کا علاج نہ تو واشنگٹن میں ہے اور نہ ہی ریاض یا بیجنگ میں، نہ پیپلز پروگرام میں اور نہ ہی ییلو کیب (Yellow Cab) اسکیم میں۔ اس کا علاج پاکستان کے عوام الناس کے اپنے ہاتھوں میں ہے۔ صرف انہوں نے اس قلبی انقلاب کا تجربہ حاصل کرنا ہے جو سو سال پہلے قادیان سے شروع ہوا تھا۔ جہاں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا علم بلند کیا۔ اسی انقلاب کا یہ نتیجہ ہے کہ آج کی پریشان دنیا میں، آج کے طوفانی پاکستان میں صرف جماعت احمدیہ اور صرف جماعت احمدیہ ہے جو صبر، صداقت، قناعت اور حسن اخلاق کی اسلامی اقدار پیش کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومتوں کی مخالفتوں کے باوجود اور بعض فرقوں کی عداوتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی احمدیہ جماعت اپنے محبوب امام حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کی قیادت میں ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

زمین جب بھی ہوئی کربلا ہمارے لئے
تو آسمان سے اترا خدا ہمارے لئے
انہیں غرور کہ رکھتے ہیں طاقت و کثرت
ہمیں یہ ناز بہت ہے خدا ہمارے لئے

خریداران الفضل سے گذارش

کیا آپ نے نئے سال کا چندہ خریداری ادا کر دیا ہے؟

اگر نہیں تو براہ کرم اپنی مقامی جماعت میں اس کی ادائیگی فرما کر رسید حاصل کریں اور اپنے ملک کے مرکزی شعبہ اشاعت کو مطلع کریں۔ رسید کٹواتے وقت اپنا AFC نمبر ضرور درج کروائیں۔ شکریہ (مینیجر)

TOWNHEAD PHARMACY
31 TOWNHEAD,
KIRKINTILLOCH,
GLASGOW G66 3JW
FOR ALL YOUR
PHARMAECUTICALS
NEEDS PHONE:
041 777 8568
FAX 041 776 7130

Earlsfield
Properties

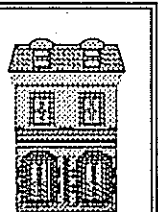

RENTING
AGENTS
081 877 0762

PROPERTIES WANTEDIN
ALL AREAS FOR
WAITING TENANTS

خطبہ جمعہ

ہر وہ زمانے کا تصور جس میں خدا تعالیٰ کی ذات کی تبدیلی لازم نہ آئے اور ہر وہ زمانے کا تصور جس میں خدا تعالیٰ کا آغاز اور انجام کا تصور نہ آئے وہ زمانہ خدا کی طرف منسوب کرنا جائز ہے کیونکہ قرآن کریم نے اسے منسوب فرمایا ہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۱۰ مارچ ۱۹۹۵ء مطابق ۱۰ امان ۱۳۷۴ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن - (برطانیہ)

خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾ .

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۳﴾

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۴﴾

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۵﴾

(الانعام: ۱۰۲ تا ۱۰۵)

عید پر میں نے اپنی ایک رؤیا کے حوالے سے اسماء باری تعالیٰ کا مضمون شروع کیا تھا جو وقت کی رعایت کے مطابق بنیادی طور پر میں نے اس کا آغاز تو کر دیا تھا مگر بہت سی باتیں ایسی تھیں جو ابھی تشنہ رہ گئی تھیں۔ مگر اس سے پہلے میں ان آیات کی تلاوت کی حکمت بتانا چاہتا ہوں جو میں نے ابھی پڑھی ہیں اس مضمون سے ان آیات کا گہرا تعلق ہے لیکن خصوصیت سے اس غرض سے میں نے ان آیات کی تلاوت کی ہے کہ جب بھی ایک موضوع چھیڑا جاتا ہے خطبات وغیرہ میں تو احمدیوں میں جو ذکی ہیں اور زیادہ فراست رکھنے والے یا علمی ذوق شوق رکھتے ہیں وہ بڑی تیزی کرتے ہیں ان باتوں پر مزید غور کرنے کی اور جلدی میں بسا اوقات حدوں سے بھی آگے نکل جاتے ہیں۔ یہ وہ مضمون ہے جس میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ قطعی طور پر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار" تمہاری بصیرت، تمہاری سوچیں، تمہارے فکر خواہ کتنے ہی روشن کیوں نہ ہوں ناممکن ہے کہ تم خدا کا ادراک کر سکو، ہاں اسی حد تک جس حد تک خود خدا تمہاری بصیرت تک پہنچے وہ خود تم پر معاملات کو روشن فرمانا چاہے۔ پس اسی حد تک تم اس کو پہچان سکو گے جس حد تک وہ خود تم پر جلوہ گر ہو۔

اور اس تعلق میں اگلی آیت یہ ہے کہ "قد جاء کم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسہ" پس وہ بصائر جو خدا کا تم سے تعارف کروا سکتی ہیں وہ ظاہر کر دی گئی ہیں یعنی تمہاری ہمتوں اور عقل کی حدود کی حد تک، پس جو بھی ان سے نصیحت حاصل کرے، ان پر غور کرے، ان سے استفادہ کرے تو اس کے اپنے نفس کے فائدے ہی کے لئے ہے۔ اور جو کوئی ان سے آنکھیں بند کرے گا تو اس کا ضرور اس کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔ وہ بصائر قرآن کریم میں ہیں۔ وہ بصائر اس قرآن کے فہم میں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو عطا فرمایا گیا پس خدا کے تعلق میں اس سے آگے زبان کھولنے کی کسی کو اجازت نہیں۔ اگر وہ کھولے گا تو اپنی ہلاکت کا موجب بنے گا۔ اسی لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس بارے میں بہت انذار فرمایا ہے کہ تم ایسی بات نہ کیا کرو خدا تعالیٰ کی ذات کو سمجھنے کے متعلق جس کے نتیجے میں تم ہلاک بھی ہو سکتے ہو۔ پس اپنی فکروں کو دوسرے دائروں میں رکھیں مگر اس دائرے کو اس حد تک محدود رکھیں کہ قطعی طور پر قرآن سے جو استنباط کر سکتے ہیں جس کا قرآن بھی مؤید ثابت ہو اور جس کی حدیث بھی مؤید ثابت ہو اتنی ہی باتیں کریں، اس سے بڑھ کر اپنے خیالات کو اجازت نہ دیں کہ وہ اس مضمون میں قدم رکھیں۔ اس نصیحت کے ساتھ، اسی آیت کی روشنی میں میں اس مضمون کو کچھ آگے بڑھانا چاہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ایک رؤیا کے ذریعے مجھ پر ظاہر فرمایا اور پھر آگے وہ کھلتا چلا گیا پھول کی طرح اور خود بخود آگے بڑھتا رہا گویا رؤیا ہی کے عالم میں ہوں۔ کچھ حصے میں نے بیان کئے تھے کچھ ابھی باقی تھے۔

ایک میں نے ذکر کیا تھا کہ ہمیں قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے "کل یوم ھو فی شان ○ فبای الاء ربکما تکذبان" (سورہ الرحمان: ۳۰، ۳۱) ۔ ہر دن ہر وقت وہ ایک نئی شان میں ہے یا ایک شان کے ساتھ ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ پس اے بڑے لوگو اور چھوٹے لوگو تم خدا کی کن کن نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔ اس ضمن میں ایک حوالہ میں نے انسانی زاویہ نگاہ سے دیا تھا اور اس کے بعد پھر میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک تائیدی حوالہ اس مسلک کی تائید میں پیش کیا جو میں سمجھا تھا۔ اور پھر میں نے وعدہ کیا تھا کہ باقی مضمون مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کی صورت میں آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ لیکن اس میں کچھ اور باتیں بھی کہنے والی تھیں جو رہ گئی تھیں، جن کے ذکر کے بغیر وہ مضمون مکمل نہیں ہو سکتا۔

سب سے اہم بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ زمانہ کیا چیز ہے، کن معنوں میں خدا میں نہیں پایا جاتا۔ جو صرفی اور نحوی تعریف ہے وہ انسانوں کے معاملے میں بھی ناقص ہے اور خدا پر اطلاق کی صورت میں بھی ناقص ہے۔ پس اس کا ایک حصہ جو اطلاق پاتا ہے اس حد تک ہم اطلاق کر سکتے ہیں، اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اور زمانہ ہے کیا؟ اس کی تعریف وہاں موجود نہیں اس لئے اس کی ایک تعریف ہمیں خود سمجھنی پڑے گی۔ جو تعریف رؤیا کے دوران ہی اور کچھ اس کے بعد مجھ پر روشن فرمائی گئی وہ یہ تھی کہ وہ چیز جس کا آغاز نہ ہو اور انجام نہ ہو اور جس کی ذات میں تبدیلی نہ ہو وہ زمانے سے پاک ہے۔ اور یہ صرفی تعریف نہیں ہے نہ نحوی تعریف ہے وہ اور معنوں میں تعریف ہے۔ مگر اس تعریف نے ایک اشارہ کر دیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس اشارے کو مزید آگے بڑھا کر معاملہ روشن فرما دیا۔ اس لئے بعض ایسی چیزیں ہیں جن میں زمانے کا ایک تاثر ملتا ہے لیکن یہ باتیں اس میں نہیں ہیں۔ پس ہر وہ زمانے کا تصور جس میں خدا تعالیٰ کی ذات کی تبدیلی لازم آئے اور ہر وہ زمانے کا تصور جس میں خدا تعالیٰ کا آغاز اور انجام کا تصور نہ آئے، وہ زمانہ خدا کی طرف منسوب کرنا جائز ہے کیونکہ قرآن کریم نے اسے منسوب فرمایا ہے۔ بسا اوقات اللہ تعالیٰ اس کا ذکر فرماتا ہے کہ جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی چیز کو پیدا کرنے کا تو "کن" کہتا ہے اور "یکون" شروع ہو جاتا ہے۔ تو جب کرتا ہے وہ کسی وقت سے تعلق رکھنے والی چیز ہے جب "کن" کہتا ہے تو اس سے پہلے وہ چیز وجود میں نہیں ہوتی اور یہ آیات جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں ان کا آغاز بھی اسی مضمون کو بیان فرما رہا ہے۔

"بدیع السمٰوات والارض" وہ ہے جس سے زمین و آسمان کی پیدائش کا آغاز ہوا ہے۔ بدع، ایسے آغاز کو کہتے ہیں جس کو عرف عام میں ہم خلق کا نام دے لیتے ہیں مگر حقیقت میں قرآنی اصطلاح میں بدع اور خلق میں ایک فرق ہے۔ بدع ایسی چیز کو کہتے ہیں جس کا کوئی وجود ہی نہ ہو اور خلق اس چیز کو کہتے ہیں کہ ادنیٰ حالت میں حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا ہونی شروع ہو جائیں یا کر دی جائیں اور نئی نئی صورتوں میں وہ چیز ظاہر ہونا شروع ہو جائے۔ مثلاً کیمیکلز ہیں۔ کیمیکلز کے آپس میں ملانے سے اور ان کے آپس میں ادلنے بدلنے سے، ان کے فارمولے بدلنے سے نئی نئی چیزیں وجود میں آتی ہیں اور ایک پوری شاخ ہے سنتھیٹک کیمسٹری کی جو صرف اسی مضمون سے تعلق رکھتی ہے کہ ایسی کیمیا بنائی جائیں جن کا پہلے کوئی وجود نہیں تھا مگر کیمیا سے وہ کیمیا بنتی ہے عدم سے نہیں بنتی۔ اس لئے اس کے اوپر بدع کا لفظ نہیں آتا اس کے اوپر خلق کا لفظ آتا ہے اور ضمنی طور پر اور محدود دائرے میں اللہ تعالیٰ بھی انسان کی خلق کا ذکر فرماتا ہے کہ تم جو خلق کرتے ہو اس کے اور بھی معنی ہیں، ایک یہ بھی معنی ہے، خدا کی خلق تم سے بہت زیادہ عظمت رکھتی ہے، بہت بڑی ہے، تمہاری خلق کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

بہرحال یہ تو واضح مضمون ہے اس میں غالباً کسی پہلو سے بھی اختلاف کی گنجائش نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف محض خلق منسوب نہیں ہوتی، بدع بھی منسوب ہوتی ہے۔ یعنی جب کچھ بھی نہیں تھا ایسی چیزیں اس نے بنائیں جن کا اس سے پہلے وجود نہیں تھا۔ اور زمانے کی تعریف اس پہلو سے ہر مضمون پر صادق آتی ہے لیکن مخلوق کی بدع پر بھی ثابت آتی ہے اور تخلیق پر بھی ثابت آتی ہے نسبتاً اور معنوں میں۔ بدع اس لحاظ سے کہ ایک چیز ایسی پیدا ہوئی جس کا کوئی آغاز، اس آغاز سے پہلے کوئی وجود نہیں تھا اور خلق اس لحاظ سے کہ تبدیلیاں ایسی حیرت انگیز ہوئی ہیں کہ نئی سے نئی چیز اس سے پیدا ہونی شروع ہو گئی اور

مسلسل سنتھیسز ہو رہا ہے اور یہ دونوں باتیں خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ کائنات میں مسلسل دکھائی دے رہی ہیں آغاز سے لے کر آج تک یہی جاری ہے۔ تو یہ وہ تعریف ہے جو بہت اہمیت رکھتی ہے کہ نہ اس کا آغاز ہو۔ وہ ذات جس کا آغاز نہ ہو انجام نہ ہو۔ جس کے اندر ذات میں تبدیلی نہ پائی جائے، وہ زمانے سے آزاد ہے۔ لیکن وہ وجود جب تخلیق کرتا ہے تو مخلوق کے حوالے سے ایک زمانے کا تصور پیدا ہو جاتا ہے لیکن اس کی ذات میں تبدیلی نہیں آتی۔

یہ وہ مضمون ہے جو قدیم سے فلسفیوں کے زیر نظر بھی رہا ہے اور فلسفیوں کی دنیا میں میرے نزدیک سب سے عظیم فلسفی جو آج تک مذہبی دنیا سے باہر پیدا ہوا ہے وہ ارسطو ہے جو افلاطون کا شاگرد تھا اور یہ سکندر اعظم کا استاد بھی رہا ہے۔ افلاطون کی اکیڈمی میں کچھ دیر پڑھتا رہا۔ جب یہ پچیس سال کا تھا تو افلاطون فوت ہو گیا اور اس کے بعد اس نے اس اکیڈمی سے اپنا تعلق توڑ لیا کیونکہ اس کی سوچیں بہت ہی زیادہ منجھی ہوئی اور اس زمانے سے بہت آگے تھیں جس زمانے میں یہ پیدا ہوا ہے۔ مگر میں ضمناً اس کا اس لئے ذکر کر رہا ہوں۔ یہ وجہ نہیں کہ تمام فلسفہ جو خدا کی ذات سے تعلق رکھتا ہے اس فلسفے کے اوپر آپ سے گفتگو کروں کیونکہ اتنا بڑا مضمون ہے کہ ضرورت ہے کہ اس کے اوپر اس مضمون کی حیثیت سے الگ غور و فکر کر کے اس کے ماحصل سے جماعت کو مطلع کیا جائے۔ لیکن یہ تقریروں میں بیان ہونے والا مضمون بھی نہیں ہے۔ نہ خطبات میں بیان کیا جا سکتا ہے، کیونکہ بھاری اکثریت جماعت کی جو خطبات اور تقریروں کو سنتی ہے وہ اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے اور علم کے اعتبار سے اس قسم کے مضامین کو ساتھ ساتھ ہضم کرنے کی استطاعت نہیں رکھتی۔ اس لئے اس کا تعلق تحریر سے ہے اور ضروری نہیں ہوا کرتا کہ ہر چیز بیان سے ہی تعلق رکھے۔

وہ چیز جس کا آغاز نہ ہو اور انجام نہ ہو اور جس کی ذات میں تبدیلی نہ ہو وہ زمانے سے پاک ہے

قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیان بھی سکھایا انسان کو اور کلام بھی سکھایا اور "علم بالقلم" اور قلم سے بھی سکھایا ہے تو جو باتیں قلم سے سکھانے والی ہیں انشاء اللہ، اللہ نے توفیق عطا فرمائی تو آئندہ اسی مضمون کو خالصتاً خدا کے تعلق میں میں جماعت کے سامنے پیش کرنے کی دعا کرتا ہوں کہ مجھے سعادت ملے اور وقت ملا اور سعادت ملی تو پیش کروں گا۔ یہاں صرف ضمنی طور پر بتانا ضروری تھا کہ ارسطو آغاز میں معلوم ہوتا تھا کہ افلاطون کے مقابل پر کم روحانیت رکھتا ہے اور خدا کے تصور میں اس سے پیچھے ہے، بعض دفعہ خدا کے تصور کے برعکس اس کے فلسفے میں حوالے ملتے ہیں۔ لیکن جتنا وہ بڑا ہوا ہے اور جوں جوں اس نے زیادہ غور کیا فلسفے کے نقطہ نگاہ سے سب سے قریب خدا کے وہ پہنچا ہے اور خالصتاً فلسفے کے ذریعے، اہل تجربہ نہیں تھا۔ اس لئے اسے اس حد تک تو علم ہو گیا کہ ہو سکتا ہے بلکہ ضروری ہے کہ ہو لیکن اس سے تعلق کا جہاں تک معاملہ ہے اس کا کوئی اشارہ بھی ارسطو کی کتابوں میں نہیں ملتا کہ اس نے ایک زندہ ایسے خدا سے تعلق قائم کیا ہو جو انسان سے تعلق کے بعد اس پر اپنی رحمتوں کے یا اپنی شان کے جلوے دکھاتا ہو۔ اسی وجہ سے بعض فلسفیوں نے ارسطو کے متعلق یعنی ماڈرن آج کل کے جدید فلسفیوں اور سائنس دانوں نے بھی ارسطو کو اسی بریکٹ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے جس میں جدید زمانے میں سپائنوزا کا نام لیا جاتا ہے جو ہالینڈ کا ایک یہودی فلسفی تھا۔ اس نے بھی خدا کو ایک تصور کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس حد تک معلوم ہوتا ہے وہ تسلیم کرتا ہے کہ ایسا وجود ہونا چاہئے۔ لیکن ہے کہ نہیں اس سے تعلق قائم ہو سکتا ہے کہ نہیں۔ نہ صرف یہ کہ یہ ذکر نہیں ملتا بلکہ وہ اس کی نفی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ وہ وجود ہے جو تفصیلی دلچسپی نہیں لیتا اور نہ لے سکتا ہے ان کے نزدیک۔ پس ایک طرف خدا کو مانا دوسری طرف کالعدم کر دیا۔

یہی آئن سٹائن کا حال ہے مگر آئن سٹائن کی سوچ میں دیانت کی کمی ہے اور سپائنوزا کی سوچ میں دیانت کی کمی نہیں ہے۔ جب میں آئندہ اس مضمون پر روشنی ڈالوں گا تو خصوصیت سے آئن سٹائن کا بھی ذکر کروں گا جس نے ۱۹۳۰ء میں نیویارک ٹریبون (New York Tribune) میں مذہب کے متعلق جو مضمون شائع کیا ہے اس میں خدا کی ہستی کے اور مذہب کے خلاف جو دلائل پیش کئے ہیں اور پھر اپنا نظریہ جو پیش کیا ہے وہ اتنا بودا ہے کہ صاف نظر آ رہا ہے کہ اس زمانے کے دوسرے یورپین فلسفی خصوصاً انگریز فلسفیوں سے متاثر ہو کر اس نے کچھ باتیں بیان کی ہیں لیکن آدھی بات کرتا ہے اور پھر رخ بدل لیتا ہے۔ جس سے میں سمجھتا ہوں کہ وہ دیانت دار نہیں تھا اس معاملے میں۔ کیونکہ اگر دیانتداری سے ان باتوں کو آگے بڑھاتا تو اس نتیجے تک پہنچنا ضروری ہو جاتا جو ارسطو کی عقل نے نکالا۔ پس تھوڑا سا چلتا ہے اور پھر رخ بدل لیتا ہے۔ مثلاً اسباب کا ذکر کرتا ہے اور ہر سبب کا ایک سبب ہونا چاہئے۔ اسباب جو ہیں دنیا میں، جو چیزیں وجود میں آ رہی ہیں نتیجے ہیں، ان کا ایک نتیجہ پیدا کرنے والا ہونا چاہئے۔ اس مضمون کو شروع کر کے تو پھر آغاز آفرینش کو نظر انداز کر دیتا ہے اور صرف یہ اعتراض کرتا ہے کہ اس لئے ہم یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ ایسا خدا ہو جو وہ دنیا جو ہمیں سبب اور نتیجے کی دنیا نظر آ رہی ہے اس میں نامعقول دخل دیتا رہے کبھی کبھی۔ "میں ہوں" کی خاطر معجزے دکھانے کے شوق میں اس میں دخل اندازی کرے یہ عقل کے خلاف بات ہے اس لئے کوئی خدا ایسا نہیں ہے۔ اب یہ سوچ صاف بتا رہی ہے کہ وہ جو منطقی نتیجہ نکلنا چاہئے تھا سبب اور نتیجے کا، اس کا آغاز سے ذکر چاہئے تھا۔ اور وہ خود جانتا ہے، آئن سٹائن اس بات کو خوب سمجھتا تھا کہ جو بھی تبدیل ہونے والی مادی کائنات ہے یہ ہمیشہ سے نہیں ہو سکتی۔ تو اس طرف پہنچنے کی بجائے جہاں خدا دکھائی دے سکتا تھا وہ ایک اور طرز فکر میں داخل ہو جاتا ہے اور عمداً اس کو چھوڑ دیتا ہے۔ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ دیانت کے خلاف ہے کہ وہ اتنا ذہین آدمی تھا کہ میرے نزدیک یہ قابل قبول ہی نہیں ہے کہ اسکی توجہ اس طرف نہ گئی ہو۔ پس توجہ بٹنی چاہئے تھی، گئی ہوگی، لیکن نظر انداز کرتا ہے۔ دوسرے جو اس کے استدلالات ہیں ان سب میں یہی بات پائی جاتی ہے۔ مگر ارسطو بہت دیانت دار تھا۔ اس کی سوچ انتہائی منطقی اور کامل دیانتداری پر مبنی تھی۔ ایک وقت وہ تھا جبکہ عملاً وہ خدا کے تصور سے دور تھا کیونکہ وہ یہ سوچتا تھا کہ روح مادے ہی کی ایک صفت ہے۔ اور یہ فلسفہ افلاطون سے اس نے لیا اور پھر آگے اس کو بڑھایا۔ مطلب ان کا یہ تھا کہ جو صفات ہیں وہ منحصر ہیں مادے پر اور روح بھی مادے ہی کی ایک صفت ہے۔ پس جب مادہ ختم ہوا تو روح بھی ختم ہو گئی۔ یہ آغاز میں اس کی سوچ تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی پھر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ مادہ آیا کیسے اور مادہ اگر تبدیل ہو رہا ہے اور یہ دونوں جانتے تھے کہ مادہ تبدیل ہو رہا ہے تو پھر آغاز کیسے ہوا۔ تو ایک ایسے خدا کے تصور تک پہنچے جس کو انہوں نے مادہ کہا اور مادہ اول۔ اور وہ مادہ اول غیر مبدل تھا اور اس کے نتیجے میں پھر وہ سب مادے پیدا ہوئے جو اول محرک کے نتیجے میں حرکت میں آ گئے لیکن اول محرک ساکن تھا۔ یہ ایک فلسفیانہ ایک شعبدہ تھا مگر اس میں منطق ضرور پائی جاتی ہے۔ لیکن آخری بات کا حل کوئی نہیں۔ ارسطو نے جب مزید غور کیا اس بات پر تو اس کی جو آخری سب سے اہم کتاب ہے میرے نزدیک لیکن اور بھی بڑی اہم کتابیں ہیں میٹافزکس (Mata Phis-ics) اس میں وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ خدا مادہ نہیں ہے کیونکہ مادہ بغیر تبدیلی کے ہمیں کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ وہ ایک ہی چیز ہے جس کو ہم صرف مائینڈ (Mind) کہہ سکتے ہیں اور مائینڈ کی حرکت جو ہے وہ تبدیلی کو نہیں چاہتی اس لئے وہ Eternal ہو سکتا ہے۔ یہ جو ارسطو کی سوچ تھی اس زمانے کی تعریف کے مطابق ہے جو میں نے آپ کے سامنے پیش کی تھی۔

پس ہر وہ زمانے کا تصور جو خدا تعالیٰ کی ذات کی طرف منسوب ہو سکتا ہو، جس میں تبدیلی لازم نہ آئے اور آغاز یا انجام کا کوئی تصور موجود نہ ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ خود اپنی ذات کے تعارف کے دوران بہت سی ایسی باتیں بیان فرماتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر تبدیلی کے بغیر بھی، یعنی ذات میں تبدیلی نہیں، مگر صفات کے جلوے اپنی شان بدلتے ہیں۔ اور صفات کے جلووں کی شان جب کہ ذات میں تبدیلی نہ ہو، یہ ان معنوں میں زمانہ نہیں ہے جس کا کوئی آغاز ہونا چاہئے یا جس کا کوئی انجام ہونا چاہئے۔

پس "کل یوم ھو فی شان" میں ایک یہ بھی مضمون ہے کہ اس کی صفات جلوے دکھا رہی ہیں اور ایک ہی جلوے پر Stationary نہیں ہیں۔ ایک جلوے پر جامد نہیں ہیں کیونکہ ایک جلوے پر اگر وہ جامد ہوں تو پھر ایک ایسی باشعور ہستی جو موقع اور محل کے مطابق فیصلے کرتی ہو اور کر سکتی ہو اس کا وجود مٹ جاتا ہے۔ اسی لئے آغاز میں جب ارسطو کا یہی رجحان تھا تو اس نے قطعی طور پر ایسے خدا کا انکار کیا جو انسانی معاملات میں دلچسپی لیتا ہو۔

افلاطون نے اس کے برعکس ایک ایسے خدا کا وجود پیش کیا جس کا انسانی معاملات سے تعلق ہے۔ لیکن اس کی سوچوں پر چونکہ اس زمانے کے فرضی خداؤں کا بھی اثر تھا، دیوتاؤں وغیرہ کا، اس لئے وہ سوچ کچھ مل جل سی گئی ہے۔ کچھ ان روایتوں کے تعلق میں جو اس زمانے میں چلی آتی تھیں کہ بہت سے دیوتا ہیں، کچھ اس کی اپنی طبعی فطرت کی روشنی کے نتیجے میں، کہیں واحد خدا کا ذکر اس کی سوچوں میں ملتا ہے، کہیں دوسرے خداؤں کا ذکر بھی مل جاتا ہے۔ مگر یہ مضمون ایسا ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا میں اسے الگ پیش کروں گا۔

اس وقت میں آپ کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ شانوں کی تبدیلی زمانے کو نہیں چاہتی۔ شانوں کی تبدیلی اس زمانے کو نہیں چاہتی جس سے ذات تبدیل ہو اور بیک وقت مختلف جو اظہار ہیں وہ در حقیقت مخلوق کی محدود نظر اور مخلوق کے تقاضوں کی خاطر لازمی ہیں۔ ایک انسان میں اپنی ذات پر اگر آپ سوچیں تو کچھ نہ کچھ اس کی سمجھ آ سکتی ہے باوجود اس کے کہ "لیس کمثله شئی" کہ خدا جیسی کوئی چیز نہیں۔ جن سائنس دانوں نے خدا کو سمجھنے میں ٹھوکر کھائی ہے اکثر و بیشتر یہی وجہ ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنی ذات کو پروجیکٹ کر کے پوری طرح خدا پر اس کی حدود عائد کرنے کی کوشش کی۔ یہ ناممکن تھا۔ کیونکہ تخلیق سے خالق کی پوری پہچان ممکن نہیں ہے۔ تخلیق سے یہ تو ممکن ہے کہ اس کی بعض صفات کو پہچان لیا جائے اس کی چھاپ دیکھ کر اندازہ ہو لیکن اس کا حدود اربعہ معلوم ہو جائے تخلیق سے، یہ ناممکن ہے۔

SELF SERVICE/
COIN OPERATED
LAUNDERETTE AND DRY
CLEANING FACILITIES
J & L LAUNDERETTE
159 PARK ROAD
KINGSTON UPON THAMES

1 HOUR
PHOTO PRINTS
SET A PRINT
246, WIMBLEDON PARK
ROAD, SOUTHFIELDS,
LONDON SW18
PHONE 081 780 0081

ہوائی جہاز کتنے Complicated پیدا ہو چکے ہیں مگر اگر بعد میں کسی زمانے میں جب کہ انسان کی سوچ اور بھی ترقی کر گئی ہو، ہوائی جہاز ایسا دریافت ہو جو زمین میں دبا ہوا ملے اور میں یہ کہہ رہا ہوں سوچ ترقی کر گئی، میرے ذہن میں جو Scenario ہے کہ دنیا مثلاً ایک دفعہ مٹ جاتی ہے۔ پھر تخلیق ہوتی ہے کوئی سوچنے والا باشعور جاندار ایسا ہے جو بہت ترقی کر جاتا ہے مگر اس کے Dimention اور ہیں اس لئے اس کی ترقی کے رستے الگ الگ ہیں، ممکن ہے، قرآن سے ثابت ہے، اس لئے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ممکن ہے، بلکہ ضرور ہوگا۔ تو اس وقت اگر جہاز دریافت ہو جائے اور ان لوگوں کو اتنی دور کا واقعہ ہو کہ براہ راست انسان کے متعلق کچھ پتہ نہ ہو کھدائیوں سے چیزوں سے وہ معلوم کرنے کی کوشش کریں تو ہوائی جہاز کو دیکھ کر کوئی یہ نہیں بتا سکتا کہ انسان کی دو ٹانگیں تھیں، دو ہاتھ تھے، دماغ اس طرح تھا، آنکھیں یہاں لگی ہوئی تھیں اس کا ظاہری حلیہ بھی نہیں پہچان سکتا۔ اس کی اندرونی سوچوں تک اس کی رسائی ناممکن ہے۔ صرف یہ کہہ سکتا ہے کہ کوئی باشعور ہستی تھی اور کوئی بہت ہی بااقتدار ہستی تھی۔ اس کی عقل بھی تیز تھی اور اس کی چیزوں تک رسائی بھی بہت تھی وہ جو سوچتا تھا اسے کر دکھاتا تھا۔

> **خدا تعالیٰ کا ارادہ توانائی کے نتیجہ میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ توانائی پیدا کرتا ہے اور ہر توانائی خدا کے ارادے سے پیدا ہوتی ہے**

تو اس پہلو سے خدا تعالیٰ کی جو شان ہے جلوہ گری ہے وہ مخلوق میں بھی ہے، تخلیق میں بھی ہے، لیکن اس کے ذریعے آپ اس تک پہنچ نہیں سکتے۔ صرف یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ کوئی باشعور بااقتدار ہستی ہے جو بہت ہی گہرے تدبر کی مالک ہے اور اس کی باتیں کوئی بھی باطل نہیں ہیں۔ کیونکہ جو کائنات اس نے پیدا کی ہے وہ باطل سے عاری ہے۔ تو باشعور، باارادہ، بہت ہی گہرے فکر والی ہستی جو پیدا کر رہی ہے اس کی اپنی ذات کیا تھی؟ کب تھی؟ ہمیں کچھ پتہ نہیں۔ سوائے اس کے کہ جو وہ خود ہمیں بتائے۔

اس پہلو سے جب ہم آیت الکرسی کے ایک حصے پر غور کرتے ہیں تو ایک نیا مضمون ہمارے سامنے ابھرتا ہے "ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بماشاء" - "علمہ" کا عام طور پر جو مفہوم سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جن چیزوں کا خدا کو علم ہے اور خدا کو ہر چیز کا علم ہے یعنی اس کی مخلوقات اس پر کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، اس کے کسی حصے کا بھی۔ "الا بماشاء" سوائے اس کے کہ اللہ چاہے اور اتنا ہوگا جتنا خدا چاہے گا۔ تو اس پہلو سے خدا تعالیٰ کے اپنی ذات کے متعلق جو تعارفات ہیں، وہی ہیں جو ہماری راہنمائی کریں گے اسماء الذات کی طرف۔ اور قرآن کریم میں وہ کامل طور پر اس درجہ کمال تک موجود ہیں جس درجہ کمال تک انسان ان کو سمجھنے کی صلاحیتیں لے کے پیدا ہوا ہے، اس سے آگے نہیں۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس پہلو سے وہ آدم ہیں جن کو "اسماء کلھا" تمام کے تمام سکھائے گئے، یعنی انسانی سوچ کی حد تک اسماء جتنے بھی انسان سمجھ سکتا تھا اور انسان جس کائنات میں پیدا ہوا ہے اس کی ضرورتوں کے تعلق میں انسان جس حد تک بھی صفات باری تعالیٰ کا علم حاصل کر سکتا تھا وہ تمام صفات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر نازل فرمائے گئے۔ اب یہ جو نزول ہے یہ بھی ایک شان ہے۔ اور اس سے پہلے نازل نہیں فرمائے گئے تو یہ زمانہ پایا گیا۔ لیکن اس بات کے مخالف نہیں ہے جو میں بیان کر چکا ہوں کیونکہ یہ زمانہ تبدیلی ذات کو نہیں چاہتا بلکہ ایک دائمی صفت کی ضرورت کے مطابق وقتاً فوقتاً جلوہ گری کو چاہتا ہے۔

پھول میں بھی بعض اوقات مختلف صفات جلوہ گر ہوتی ہیں مگر اس میں زمانہ اس لئے پایا جاتا ہے کہ ہر صفت جو اس کی ظاہر ہوتی ہے اس کے پیچھے اس کی ذات میں کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ جب تک وہ تبدیلی واقع نہ ہو پھول کی کوئی صفت ظاہر نہیں ہو سکتی۔ اگر رنگ بدلا ہے تو اندر ذات بدلی ہے تب رنگ بدلا ہے۔ اگر خوشبو بدلی ہے تو ذات بدلی ہے تو رنگ بدلا ہے۔ اگر پھل کھٹا ہوا ہے یا میٹھا ہوا ہے تو ذات کی تبدیلی سے ایسا ہوا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی ذات میں یہ تبدیلی ممکن نہیں۔

اب وہ بحث جس کا میں نے ذکر کیا تھا Prime Mover والی بحث اس میں ارسطو تو یہ بات کہہ کر مطمئن ہو جاتا ہے کہ یہ تو اول ہی ہے مگر چونکہ عقل ہے اس لئے اس میں ذات میں تبدیلی کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ مادہ نہیں ہے۔ یہ حق کی اور حکمت کی قریب ترین بات ہے جس تک وہ تمام کائنات، دنیا میں اب تک جتنے فلسفی پیدا ہوئے ہیں ارسطو پہنچا ہے۔ آج کل کے ماڈرن فلسفی بھی اس بات سے کوسوں پیچھے ہیں ابھی تک۔ اس لئے اس کی عظمت کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو زمانے سے پاک ہے زمانہ پیدا کرنے کے تعلق میں تخلیق کا ذکر فرمایا اس کو ارادے سے باندھا ہے اور ارادہ کسی ذات کی تبدیلی کو نہیں چاہتا۔ آپ اپنے ارادوں پر غور کر کے دیکھ لیں آپ مختلف وقتوں میں ایک ارادہ کر سکتے ہیں، ایک فیصلہ کر سکتے ہیں، کبھی کر لیتے ہیں کبھی نہیں کرتے۔ ارادے میں آپ زمانے کے پابند نہیں ہیں۔ ایک امکان آپ کے سامنے روشن ہوتا ہے کہ میں یہ کروں یا یہ نہ کروں اور آپ مختار ہو جاتے ہیں بعض صورتوں میں کہ اچھا یہ کرتا ہوں یہ نہیں کرتا۔ اس ارادے کے اندر کوئی توانائی ضائع نہیں ہوتی لیکن ارادے پر جب عمل ہوتا ہے تو پھر توانائی کا دور شروع ہوتا ہے۔ انسان کی مثال خدا پر صادق اس لئے نہیں آسکتی پوری طرح کہ انسان خود اپنے کارخانے پر اپنے ارادے کا اثر ظاہر کرتا ہے۔ پس انسان کے ہر ارادے سے اس کی ذات کی تبدیلی لازم ہے۔

جب بھی کوئی ایک انسان ارادہ کرتا ہے یا اس کی ذات میں کوئی تبدیلی ضرور ہوگی پس اب میں نے ارادہ کیا کہ میں مکھی کو ماروں تو میرا ہاتھ اٹھے گا اور نشانے پر گرے گا اگر نشانہ اچھا ہوا اور مکھی زیادہ تیز نہ ہو تو اس کو مارنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ مگر ایک حرکت لازم ہے۔ اور جب تک حرکت نہ ہو ارادہ عمل میں نہیں آتا۔ وہ محض ایک سوچ، ایک امکان ہے، وجود کا ایک امکان۔ اور اس پہلو سے آپ کا ارادہ دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ اب دیکھیں ارادے کی طاقت کتنی ہے اگر اسے فساد پر استعمال کیا جائے تو جنگ عظیم ایک ہٹلر کا ارادہ تھا۔ کتنی بڑی قیامتیں ٹوٹی ہیں اس کے نتیجہ میں۔ کروڑہا کروڑ ٹن بم گرائے گئے ہیں دنیا کو خاکستر بنانے کے لئے۔ کتنی حرکت ہوئی ہے، کتنے کارخانے وجود میں آئے۔ لکھوکھہا انسان بلکہ کروڑوں انسانوں نے جانیں دیں۔ کچھ آگ میں جلائے گئے، کسی نے ویسے مصیبتوں میں دم توڑے۔ تو ارادے کو کیسی طاقت ہے لیکن ارادہ خود وہ توانائی نہیں بخش رہا تھا ان چیزوں کو بلکہ توانائی کا مضمون ارادے سے باہر تھا۔

> **تمہاری بصیرت، تمہاری سوچیں، تمہارے فکر خواہ کتنے ہی روشن کیوں نہ ہوں ناممکن ہے کہ تم خدا کا ادراک کر سکو، ہاں اسی حد تک جس حد تک خود خدا تمہاری بصیرت تک پہنچے۔ پس اسی حد تک تم اس کو پہچان سکو گے جس حد تک وہ خود تم پر جلوہ گر ہو**

لیکن انسان میں اور خدا میں ایک فرق بھی ہے۔ یعنی فرق تو بہت ہیں اس ارادے کے تعلق میں ایک اور فرق بھی جس کو فلسفی جب نہیں سمجھ سکے تو انہوں نے ٹھوکریں کھائیں۔ وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ توانائی کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ توانائی پیدا کرتا ہے۔ ہر توانائی خدا کے ارادے سے پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا یہ تعارف فرمایا ہے کہ جب بھی میں چاہتا ہوں کچھ کروں تو میں "کن" کہتا ہوں "فیکون"۔ اور "کن" ارادہ ہے جو ایک فیصلہ کو ظاہر کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو فیصلے کو ظاہر کرنے کا فیصلہ بظاہر دو زائد لفظ ہیں مگر خدا تعالیٰ کے تعلق میں ضروری ہے بیان کرنا۔ اس کا فیصلہ موجود ہے کیونکہ عالم الغیب ہے۔ وہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اس فیصلے پر عمل در آمد اب میں نے کروانا ہے۔ اس پہلو سے زمانہ پایا جاتا ہے۔ مگر یہ زمانہ اس کی ذات کو تبدیل نہیں کرتا نہ کسی ذات کی تبدیلی کو چاہتا ہے بلکہ پوری کائنات کو بعض دفعہ تبدیل کر دیتا ہے۔ جہاں جہاں اثر انداز ہو وہاں وہاں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ لیکن توانائی کا جہاں تک تعلق ہے یہ ارادہ اتنی توانائی کو بھی نہیں چاہتا جتنا انسانی ارادہ چاہتا ہے۔

پس ارادے کا تعلق روح سے ہے اور روح اس قسم کی توانائیاں نہیں چاہتی جیسی ہم روزمرہ کی دنیا میں توانائی دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ یہ مضمون جب میں رؤیا کے بعد اٹھا اور یہ سوچتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا تو اچانک میرا ذہن اس طرف گیا کہ جب روح کا سوال قرآن نے اٹھایا تو یہی جواب دیا ہے "ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی" روح کا تعلق امر سے ہے اور روح ہی ہے جو امر کی استطاعت رکھتی ہے کیونکہ خالق نے امر سے اس کو پیدا کیا اور امر کی کچھ طاقت اس کو بخشی ہے پس روح کا فیصلہ کم سے کم توانائی چاہتا ہے اور زیادہ سے زیادہ توانائی کو حرکت میں لے آتا ہے۔ ہماری ہر حرکت اس فیصلے کے تابع ہے اور صرف ہماری حرکات ہی نہیں بلکہ ہمارے گردوپیش کی حرکات بسا اوقات اتنا متاثر ہوتی ہیں کہ تبدیلیوں کا ایک سلسلہ جاری ہو جاتا ہے جو ایک وقت ہی نہیں بلکہ ایک زمانے پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس زمانے کے اثر پھر اگلے زمانوں پر اثر انداز ہو جاتے ہیں۔ اب جنگ عظیم اول ہو یا ثانی ہو یا کوئی اور ہو انہوں نے جو اثرات شروع کر دئے وہ ایک Chain Reaction کے طور پر آگے جاری ہو گئے اور ارادے میں وہ طاقت نہیں تھی بذات خود نہ وہ اس توانائی کو چاہتا تھا لیکن اس نے توانائی پیدا کر دی۔

اس پر دوسرا پہلو جو سوچ کے لائق تھا جس کی طرف میری توجہ مبذول ہوئی یا اللہ تعالیٰ نے نصرت فرمائی، وہ یہ تھا کہ خدا تعالیٰ ارادے سے مادہ کیسے پیدا کر سکتا ہے، کیوں کرتا ہے۔ چونکہ انسانی ارادے کے رستے سے لوگوں نے خدا تعالیٰ کو سمجھنے کی کوشش کی اس لئے یہاں پہنچ کر سب فلسفی ٹھوکر کھاتے رہے۔ اگر سب نے نہیں کھائی جیسا کہ ارسطو نے نہیں کھائی تو بہت سے دوسروں نے کھائی اور ہندو فلسفہ اسی وجہ سے

MARMALADE - YOGHURT - KONFITURE
FILLER
FULLY AUTOMATIC FILLING AND SEAMING
HAMBA 2400 TUMBLE FILLER
OUTPUT: 2.400 TUMBLER PER HOUR
VOLUME: 55mm/75mm ALSO 95 mm
REQUIREMENT: 3 kw - WEIGHT: 600 kg
FOR FURTHER INFORMATION, PLEASE CONTACT:
2nd HAND MAC
BONGARTSTR. 42/1, 71131 JETTINGEN, GERMANY
TELEPHONE AND FAX NO. 07452/78184

ایک غلط رستے پر چل پڑا اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو براہین احمدیہ میں ہندوؤں سے بحثیں کی ہیں، خصوصاً آریوں سے، وہ اسی مضمون پر ہیں کہ خدا ارادے سے مخلوق کو پیدا کر سکتا ہے کہ نہیں۔ کیونکہ ارادہ غیر مادی ہے اور مخلوق مادی ہے۔ اس کا انسان کچھ نہ کچھ مظہر ضرور ہوتا ہے، اگرچہ سو فیصد نہیں اور چونکہ خدا کی مثال کوئی اور ہے ہی نہیں اس لئے مکمل مثال پیش کی ہی نہیں جا سکتی۔ پس یہ دیکھنا ہوگا کہ ازل ہے کہ نہیں۔ اور جو چیز ازلی ہے وہ بالارادہ تھی کہ نہیں۔ یہ ثابت ہو جائے کہ ازل کے بغیر ہمارا گزارہ ہی نہیں۔ ناممکن ہے کہ ازل کے بغیر بھی وجود ہو پھر یہ قدم اٹھتا ہے کہ ازل بالارادہ تھی یا بغیر ارادہ کے تھی۔ اگر ازل بغیر ارادہ کے ہو تو صرف مادہ رہ جاتا ہے جس میں سوچ نہیں کوئی ترتیب نہیں جو اپنی ذات میں بھی اندرونی تبدیلیوں اور معقول اندرونی تبدیلیوں کی طاقت نہیں رکھتی اور دوسری ذات میں منظم تبدیلیوں کی اہلیت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو جب ہمیں واقعاتی دنیا میں ایسے مادے کی تبدیل ہوتی ہوئی حالتیں دکھائی دے رہی ہیں جو منظم ہیں، مربوط ہیں، ایک معین رستے کی طرف چل رہی ہیں اور حیرت انگیز ان میں لطافتیں ہیں تو مادے کو بے سوچ کا ازلی مادہ قرار دیا ہی نہیں جا سکتا۔

وہ غور خدا پر منع نہیں ہے جو غور قرآن کریم کے بیان کے مطابق ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے فہم قرآن کے مطابق ہو

پس قرآن کریم نے اس مضمون کو یوں اٹھایا ہے کہ کیا تم اپنے خالق ہو؟ کیا تم اس چیز کے خالق ہو؟ ہر وہ چیز بیان فرمائی جس کے لئے ایک خالق ہونا ضروری ہے۔ تو بظاہر دنیا میں جو تبدیلیاں ہمیں دکھائی دیتی ہیں وہ یہ بتاتی ہیں کہ اگر ازل ہے تو سوچ والی ازل ہے اور سوچ والی ازل میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اگر تبدیلی ہے تو ازل نہیں ہے۔ تو مادہ وہ چیز نہیں ہے جو سوچ والی ازل ہو۔ اس مضمون کو آپ میں سے بعض سمجھیں یا نہ سمجھیں غور کریں گے تو سمجھ آ جائے گی بات کی۔

دو ہی امکانات ہیں۔ میں پھر سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ یہ مائیکروفون میرے سامنے پڑا ہے یا یہ ہمیشہ سے ہے یا یہ پیدا ہوا ہے۔ اگر اس میں تبدیلیاں ہو رہی ہیں تو ہمیشہ سے ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ آغاز سے بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچا ہے اس کا کوئی آغاز ضرور تھا پھر۔ اور اگر اس میں شعور نہیں ہے اور اپنے آپ کو پیدا نہیں کر سکتا تو پھر وہ شعور جو ہر مادے کی اندرونی تبدیلیوں سے پہلے ہونا چاہئے اس کا اس میں فقدان ہے تو کسی پہلو سے بھی ازلی نہیں ہو سکتا۔ ازلی چیز صرف وہی ہو سکتی ہے جس میں سوچ ہو کیونکہ جو چیزیں دنیا میں دکھائی دیتی ہیں ان پر سوچ کی چھاپ ہے۔ ہر چیز پر سوچ کی چھاپ ہے۔ اور جو تبدیل نہ ہو کیونکہ اگر وہ تبدیل ہوگا تو اس کا ایک کنارہ کہیں کسی نہ کسی وقت ہمارے ہاتھ آ جائے گا اس سے آگے پھر وہ نہیں ہوگا۔ اور اگر اس سے آگے نہیں ہوگا تو عدم سے کامل سوچ پیدا نہیں ہو سکتی۔ تو جس منطقی نکتے سے آپ چاہیں اس مضمون کی پیروی کریں آپ کو خدا کی ذات میں زمانہ دکھائی نہیں دے گا سوائے اس زمانے کے جو ذات باری تعالیٰ میں تبدیلی نہیں چاہتا بلکہ وہ دنیا کو تبدیل کرنے والا ارادہ ہے۔

اس سلسلے میں اس بات کو سمجھنے کے بعد اب میں واپس اس حصے کی طرف آتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فیصلے سے مادہ کیسے وجود میں آتا ہے۔ اصل میں پوری مثال تو نہیں مگر معمولی ادنیٰ مثالوں پر آپ غور کریں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ کچھ نہ کچھ چھاپ آپ کے اوپر بھی اس بات کی ہے۔ جب آپ خوابیں دیکھتے ہیں تو یہ آپ کی سوچ ہے جو بے شمار تصورات کو جنم دیتی ہے۔ لیکن سوچ چونکہ بہت ہی عاجز اور کمزور ہے وہ ان کو ظاہری وجود نہیں بخش سکتی لیکن جہاں تک آپ کے تعلق کا سوال ہے آپ ایک اور عالم میں چلے جاتے ہیں جو آپ کی سوچوں کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اور آپ کا اپنا وجود بھی اس عالم کا ایک جزو بن جاتا ہے گویا کہ ظاہری وجود رہا ہی نہیں۔ اگر سوچ میں طاقت ہو تو جو تصویریں ہیں وہ تصور میں نہیں رہیں گی بلکہ حقیقت میں تبدیل ہو سکتی ہیں۔ اور یہ جو سوچ کا دوسرا حصہ ہے اس کا بھی معمولی سا مزہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرما دیا تاکہ وہ اپنے رب کے انکار کا اہل نہ رہے۔ اس کی تخلیقی اور ابتدائی پیدا کرنے کی طاقتوں کا انکار نہ کر سکے۔ فرعون کی مثال میں جہاں وہ جادوگر دکھائے ہیں، ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کی سوچ میں ایک طاقت تھی اور ایسی طاقت تھی کہ رسیوں کو لوگوں نے سانپ بنتے ہوئے دیکھا، گواہ بن گئے کہ یہ سانپ بن گئی ہیں لیکن جس خالق نے یہ طاقت بخشی تھی اس کی طاقت غالب تھی اس لئے موسیٰ کی سوچ کی طاقت نہیں تھی بلکہ اللہ کی سوچ کی طاقت تھی جس نے ان رسیوں کو از سر نو رسیاں بنا دیا۔ جو سانپ تھے وہ رسیاں بن گئے کیونکہ جو سوٹے کا اژدہا نظر آ رہا تھا اس نے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "مایافکون" اس کو کھایا ہے جو جھوٹا بنایا ہوا تھا انہوں نے، رسیوں کو کھانے کا ذکر نہیں ملتا۔ تو جھوٹ ان کی سوچ نے بنا دیا تھا اس جھوٹ کو خدا کا غالب تصور جو ہے وہ ہڑپ کر گیا اور وہ موسیٰ کے سوٹے کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔

تو ایک مثال ہمیں نظر آتی ہے کہ انسان کی سوچ بغیر کسی مادی ذریعے کے دوسرے پر اثر انداز ہو۔ اس ضمن میں جو جدید سائنٹیفک تحقیقات ہیں ان سے بھی پتہ چلتا ہے پیرا سائکالوجی کا مضمون اب باقاعدہ سائنس بن گیا ہے۔ بہت سی یونیورسٹیوں میں اس پر غور و فکر ہو رہا ہے اور تجارب سے یہ بات تو قطعاً ثابت ہو گئی ہے کہ انسان کی سوچ اس رنگ میں ایک اور انسان پر اثر انداز ہو سکتی ہے کہ کوئی بھی معلوم سائنسی ذریعہ بیچ میں واسطے کے طور پر موجود نہ ہو۔ کوئی ریڈیائی طاقت، کوئی برقی رو، کسی قسم کی کوئی معلوم سائنٹیفک طاقت بیچ میں ذریعہ نہ بنے، واسطہ نہ بنے اور اس کے باوجود ایک انسان کی سوچ دوسرے انسان پر منتقل ہو کے اس میں تبدیلی پیدا کرے، اس پر غالب آ جائے، اس میں حرکت پیدا کر دے۔ یہ جو مضمون ہے میں نے شاید پہلے بھی آپ کو ایک مثال کے طور پر بتایا تھا خود میں اس کا گواہ ہوں یعنی بعد میں تو کئی معنوں میں گواہ ہوں مگر میں آغاز میں بتا رہا ہوں۔

اسی انگلستان میں ایک دفعہ ایک پارٹی میں شامل ہونے کا مجھے موقع ملا جو اس وقت Intelectual کی اکٹھی، بڑی دلچسپ باتوں کے لئے ساری رات کھاتے پیتے تھے مختلف مسائل پہ گفتگو کرتے تھے، ایسی پارٹی تھی۔ اس میں یہ سوال اٹھایا گیا کہ کیا انسان کی سوچ میں یہ طاقت ہے کہ بغیر کسی سائنٹیفک واسطے کے دوسرے پر اثر انداز ہو سکے۔ تو میں نے کہا کہ مجھے یقین ہے کیونکہ میں نے یہی قرآن کریم کی آیت پیش کی کہ ایسا ہے ورنہ قرآن ایسا نہ فرماتا۔ مگر ذاتی طور پر میں نے اس پر تجربہ نہیں کیا۔ تو انہوں نے کہا پھر تم پر کیوں نہ تجربہ کریں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے کر لو۔ تو اب دیکھیں میں کمرے سے باہر چلا گیا اور اتنی دور انہوں نے مجھے پہنچایا، ایک نگران کھڑا کر دیا کہ اگر اس کی نیت بد بھی ہو تو نہ آئے واپس۔ اور اندر بیٹھ کے کچھ مشورے کئے۔ جب واپس کمرے میں مجھے بلایا گیا تو ایک بڑے دائرے میں کافی آدمی تھے وہ سارے بیٹھے ہوئے تھے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کے اور مجھے کہا کہ تم ہمیں پھلانگ کر اس کے مرکز میں آ کر بیٹھ جاؤ آرام سے۔ بس تم بیٹھ جاؤ اور کچھ نہیں کوئی حکم نہیں کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا۔ کچھ دیر تک بیٹھا رہا اس کے بعد پتہ نہیں کیوں مجھے خیال آیا کہ میں اپنے بوٹ کے تسمے کھولوں۔ تو میں نے ایک بوٹ کے تسمے کھولے، دوسرے بوٹ کے تسمے کھولے۔ اور اس وقت کسی نے شور مچایا اب باقی بھی کرو۔ تو ایک دم وہ جو رو تھی وہ ٹوٹ گئی تو میں نے کہا باقی کیا مطلب۔ انہوں نے کہا ہم نے یہ سوچا تھا کہ تمہیں کہیں گے کہ بوٹ کے تسمے کھولو اور بوٹ اتار کے بغیر بوٹوں کے بیٹھو اور اتنا حصہ جتنے حصے تک ان کی آواز مخل نہیں ہوئی، میں نے کیا۔ تو یہ ایک سوچ دوسری سوچ میں بغیر معروف سائنسی ذرائع کے منتقل ہو کر اس پر اثر انداز ہوئی، اس میں حرکت پیدا کی۔

اسماء باری تعالیٰ یعنی صفات الٰہی پر غور کر کے اس سے فائدہ اٹھانا یہ ایک لازوال مضمون ہے جو ہمیشہ جاری رہے گا مگر ضروری ہے کہ قرآن کے مطابق جہاں جہاں خدا خود ہمارے سامنے بصائر لے کر آیا ہے، ان حدود میں رہ کر اس پر غور کریں

اور خوابوں میں بھی ہم نے ایک دنیا پیدا کی اور کرتے ہیں مگر وہ پاگل پن میں جبکہ انسان دنیا کے تعلق سے بالکل کٹ جاتا ہے اس میں اور بھی زیادہ شدت پیدا ہو جاتی ہے جس چیز کو وہ سوچتا ہے اس کو اتنا یقینی سمجھتا ہے کہ اس کی پیروی بھی کرتا ہے اگرچہ ظاہر میں اس کا وجود نہیں ہوتا۔ مگر خدا تعالیٰ کو چونکہ اول طاقت ہے اور اس کی سوچ سب سوچوں پر غالب ہے اس لئے فرق یہ ہے اور اسی لئے میں نے آپ کو آیت "لیس کمثلہ شئی" پڑھ کر سنائی۔ دنیا میں جو چیزیں ہیں کچھ نہ کچھ اس طرف اشارے ضرور کرتی ہیں مگر ویسی کوئی چیز نہیں ہے۔ ازل بھی کسی کو حاصل نہیں وہ اسی کو حاصل ہے ازل کے بغیر ہمارا چارہ ہی کوئی نہیں ہے ہم اس دنیا کو ازل کے بغیر، ازل پر غور کئے بغیر تسلیم ہی نہیں کر سکتے اور دنیا ہے ہم جانتے ہیں۔

تو آغاز کیسے ہوا اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ تمام توانائی میرے ارادے میں ہے اور ارادہ جب بنتا ہے تو از خود وہ توانائی کی شکلوں میں ڈھل جاتا ہے۔ اگر آپ یہ سمجھیں کہ یہ خواب ہے تو یہ ایسی خواب ہے تو ہر اس جز کو جو خواب نے پیدا کیا ایک دوسرے کا شریک بنا رہی ہے سوچوں میں، اور اس کا ظاہر جو ہے وہ اتنا قوی دکھائی دے رہا ہے جیسے ہو۔ اسی خیال کی وجہ سے بہت سے فلسفی ہر چیز کو توہم ہی بیان کرنے لگ گئے۔ تو فلسفی نے جو ٹھوکریں کھائی ہیں وہ قرآن کریم سے استفادہ نہ کرنے کی وجہ سے ٹھوکریں کھائی ہیں۔ اگر قرآن کریم میں جو صفات کا بیان ہے اس پر غور کرتے تو پھر خدا تعالیٰ کی ہستی کو سمجھنے میں اور

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
SKY
MTV AHMADIYYA
TV ASIA
VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD,
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.
S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

اسماء پر غور کرنے میں ان کے لئے کسی ٹھوکر کا سامنا نہ ہوتا، وہ صحیح طریق پر جہاں تک خدا چاہتا ان بصائر سے فائدہ اٹھا سکتے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "قد جاء کم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسہ و من عمی فعلیھا وما انا علیکم بحفیظ" کہ دیکھو خدا کی طرف سے بصائر آ چکے ہیں۔

> "کل یوم ھو فی شان" بتا رہا ہے کہ ذات باری سے تعلق رکھو گے تو تمہاری بھی شانیں بدلیں گی۔ جب اس کی ایک شان نئی جلوہ گر ہوگی تو غور کرنے والے پر بھی اس کا اثر پڑے گا اور اس کے اندر بھی ایک نئی روشنی پیدا ہوگی

"لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار" اس کو تم سمجھنا چاہتے ہو مگر اتنے عاجز ہو کہ ناممکن ہے کہ تم اپنی سوچوں کے ذریعے خدا تک پہنچ سکو۔ لیکن تعلق ضرور قائم ہوگا وہ اس طرح قائم ہوگا کہ خدا تم تک پہنچے گا اور خدا تم تک پہنچ چکا ہے۔ اس حد تک پہنچ چکا ہے جس حد تک تمہارے لئے سمجھنا ضروری تھا اور جس حد تک تمہاری حد استطاعت اجازت دیتی ہے پس اس پر غور کرو گے تو تمہارا فائدہ ہے۔

پس وہ غور خدا پر منع نہیں ہے جو غور قرآن کریم کے بیان کے مطابق ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے فہم قرآن کے مطابق ہو۔ اور اس دور میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو آدم ثانی بنایا گیا ہے آپ کو بھی اسماء کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔ اس علم کی وساطت سے اسماء کو سمجھنا، اس پر غور کرنا نہ صرف منع نہیں ہے بلکہ حکم ہے کہ ضرور کرو۔ "قد جاء کم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسہ" جو غور کرے گا اسے ضرور فائدہ پہنچے گا۔ پس اسماء باری تعالیٰ یعنی صفات الٰہی پر غور کر کے اس سے فائدہ اٹھانا، یہ ایک لازوال مضمون ہے جو ہمیشہ جاری رہے گا۔ مگر ضروری ہے کہ قرآن کے مطابق جہاں جہاں خدا خود ہمارے سامنے بصائر لے کر آیا ہے ان حدود میں رہ کر اس پر غور کریں۔

تو اب چونکہ وقت ہو چکا ہے اس لئے انشاء اللہ باقی حصہ جو ہے اس میں اور بھی بہت سے پہلو ہیں، میں کوشش یہی کروں گا کہ اگلے خطبے تک یا زیادہ سے زیادہ اس سے اگلے خطبے تک اس مضمون کو ختم کروں اس لئے نہیں کہ مضمون ختم ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ پھر ان عمومی دائروں کو بیان کر دوں گا جن کی حدود میں رہتے ہوئے آپ کو غور کرنا چاہئے اور جو تعلق اپنے غور سے ہوتا ہے وہ بیان کردہ غور سے نہیں ہوتا۔ اس لئے تعلق باللہ کے لئے ضروری ہے کہ آپ کو اسماء الٰہی پر غور کی دعوت دوں۔ اور ان خطرات کی نشاندہی کروں جو آپ کے نقصان کا موجب بن سکتے ہیں اگر آپ اپنی چالاکیوں سے خدا کو پانے کی کوشش کریں یا اپنی سوچوں کو قرآن اور حدیث پر حاوی کرنے کی کوشش کریں۔ اگر ایسا کریں گے تو سخت ٹھوکر کھائیں گے اور ہمیشہ کے لئے ہلاکت بھی اس کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔ مگر سوچ ضروری ہے اور اس سوچ کے نتیجے میں آپ جوں جوں خدا تعالیٰ کی ہستی کے قریب آئیں گے آپ کے اندر نئی تخلیق ہوگی۔ یہ وہ مضمون ہے، جو شان کا مضمون ہے جو میں آپ کے اوپر کھولنا چاہتا تھا۔ کچھ پہلو میں نے بیان کر دئے ہیں۔ کچھ آئندہ بیان کروں گا۔

> لامتناہی ترقی کے لئے اسماء باری تعالیٰ پر غور ضروری ہے مگر ان احتیاطوں کے ساتھ جو قرآن نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بیان فرمائیں

"کل یوم ھو فی شان" بتا رہا ہے کہ ذات باری سے تعلق رکھو گے تو تمہاری بھی شانیں بدلیں گی جب اس کی ایک شان نئی جلوہ گر ہوگی تو غور کرنے والے پر بھی اس کا اثر پڑے گا اور اس کے اندر بھی ایک نئی روشنی پیدا ہوگی تو لامتناہی روحانی ترقی کے لئے اسماء باری تعالیٰ پر غور ضروری ہے مگر ان احتیاطوں کے ساتھ جو قرآن نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بیان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ مگر زمانے کا میں نے آپ کو سمجھا دیا ہے کہ زمانہ پایا بھی جاتا ہے مگر ان معنوں میں جو خدا کی ذات کے منافی نہیں ہیں اور ذات میں اس کی کوئی تبدیلی نہیں ہے اور ہمیشہ کے لئے ویسا ہی ہے۔

> دیکھو یہ نہ سمجھنا کہ ان باتوں سے میرا مطلب یہ ہے کہ تم تجارت نہ کرو یا کاروبار دنیا کو ترک کر کے بیٹھ جاؤ، عیال و اطفال جو تمہارے گلے میں پڑے ہوئے ہیں ان کی خبر گیری نہ کرو یا بیوی بچوں یا بنی نوع انسان کے بعض حقوق جو تمہاری ذمہ داری میں داخل ہیں ان کی پرواہ نہ کرو۔ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کو بھی بجا لاؤ اور خدا تعالیٰ سے بھی غافل نہ ہو۔ جب تم اپنی دنیوی آنی اور فانی ضروریات میں اس طرح کا انہماک اور استغراق پیدا کرتے ہو تو خدا تعالیٰ سے منہ پھیر لینا اور اس کی رضا جوئی اور خوشنودی کے حصول کے واسطے کوشش نہ کرنا اور خدا تعالیٰ سے منہ پھیر لینا بھلا کس عقلمندی کا کام ہے۔
>
> (ملفوظات جلد پنجم صہ ۶۴۳)

طب و صحت

بخار کے بارہ میں چند حقائق

(۱) موجودہ تحقیقات نے انسانی جسم کے نارمل درجہ حرارت کا ۳۷ درجہ سنٹی گریڈ پر ہونا غلط ثابت کر دیا ہے اور اب یہ نظریہ پیش کیا جاتا ہے کہ ہر شخص کا درجہ حرارت مختلف ہوتا ہے۔ بچوں کا درجہ حرارت بڑوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ بوڑھوں میں کم ہوتا ہے۔ اسی طرح مختلف حالات کے مطابق درجہ حرارت گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ مثلاً بہت زیادہ کھا لینے سے، دھوپ میں پھرنے سے، بچوں میں روتے ہوئے اور زیادہ ورزش کرنے سے بھی درجہ حرارت بڑھ جاتا ہے۔ لیکن عام طور پر یہ ۴۱٫۳ درجہ سنٹی گریڈ سے زیادہ نہیں ہوتا۔ بعض اوقات دماغ کے خاص حصے Hypothala-mus جو درجہ حرارت کو کنٹرول کرتا ہے پر چوٹ لگنے سے یا ٹیومر ہو جانے سے درجہ حرارت بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح ہیٹ اسٹروک میں بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ جن کا فوری علاج کروانا چاہئے۔

(۲) اگر بخار بہت تیز نہیں ہے تو دوائیوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اور درجہ حرارت کو کم کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے کیونکہ بہت سے وائرس زیادہ درجہ حرارت پر زندہ نہیں رہ سکتے۔ اس لئے جسم کے مدافعاتی نظام کا یہ بھی ایک حربہ ہے کہ درجہ حرارت بڑھا کر ان وائرس کو ختم کیا جاتا ہے۔ لیکن دل کے مریض، اسی طرح گنٹھیا اور ذیابیطس کے مریضوں کو علاج کروانا چاہئے۔ بخار اتارنے کے لئے اسپرین کا استعمال بالکل نہ کریں۔ اس سے ایک خاص قسم کی مہلک بیماری کا امکان ہوتا ہے۔

(۳) اگر تیز بخار میں بھی مریض اور خصوصاً بچے کسی قسم کی سستی اور کمزوری کا مظاہرہ نہیں کر رہے تو یہ اتنی خطرناک بات نہیں ہے جتنی کہ بظاہر کم بخار میں مریض ست اور کمزور ہو۔ بچے اس حالت میں خلا میں گھورنے لگتے ہیں، ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے ہیں اور جلد کا رنگ مٹیالا سا ہو جاتا ہے۔ بوڑھوں میں سستی اور موڈ کی خرابی خاص نشانیاں ہیں۔ اس صورت میں ڈاکٹر سے رجوع کریں۔

(۴) بخار اگر ۴۱٫۳ درجہ سنٹی گریڈ تک ہو جائے تو اس کے بعد دماغ کو نقصان پہنچنے کا امکان ہے۔ اس سے کم بخار کی صورت میں اگر مریض کی ظاہری حالت اطمینان بخش ہے تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔

(۵) بخار بار بار دیکھیں۔ کم از کم ایک گھنٹے کا وقفہ دیں۔ بچوں میں Rectal ٹمپریچر دیکھیں۔ وہ سب سے زیادہ درست ہوتا ہے۔ بڑوں میں منہ کا ٹمپریچر لیا جا سکتا ہے۔

(۶) بخار کی صورت میں بالکل ہی بستر پر پڑ جانا درست نہیں۔ آرام ضرور کریں لیکن گھر کے اندر بے شک چلتے پھرتے رہیں۔ یہ زیادہ بہتر ہے۔

ڈاکٹر کو اسی وقت تکلیف دیں جب تین ماہ یا اس سے چھوٹے بچوں کا درجہ حرارت ۳۷٫۸۸ سنٹی گریڈ سے زیادہ ہو جائے۔ تین ماہ سے چھ ماہ کے بچے میں ۳۸٫۳ درجہ سنٹی گریڈ سے زیادہ ہو جائے اور اس سے بڑے بچوں اور بڑوں میں ۳۹٫۴ درجہ سے زیادہ ہو جائے یا ۳۸٫۳ کا ٹمپریچر تین دن سے مسلسل چل رہا ہو۔

اگر بخار کے ساتھ سر درد، پٹھوں میں کھنچاؤ، سوچ میں خلل، گلا خراب، سخت دردیں، ایسی کھانسی جس کے ساتھ بلغم یا خون آئے، بہت زیادہ نیند، چڑچڑا پن، دانے یا الٹیاں، سانس میں تکلیف، خونی پیچش وغیرہ ہو تو ڈاکٹر سے رجوع کریں۔ اگر کوئی وباء پھیلی ہو تو درجہ حرارت کے ۳۸٫۸ درجہ سنٹی گریڈ ہونے پر بھی دکھائیں۔

پانی بخار کی صورت میں زیادہ پینا چاہئے۔ لیکن دل اور گردے کے مریض ڈاکٹر سے مشورہ کریں۔ اوسط کھانا کھائیں۔ دستوں کی صورت میں دودھ وغیرہ سے پرہیز کریں۔ خشک چاول یا سادہ توس بہتر ہوتا ہے۔

بچوں کو ۴۰ درجہ سنٹی گریڈ سے زائد ٹمپریچر میں Sponge Bath کروائیں۔ پانی نیم گرم ہونا چاہئے۔ خود بھی Sponge Bath لیں۔

(ماخوذ از ریڈرز ڈائجسٹ فروری ۱۹۹۵ء)

SCL

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

سوال و جواب

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۹۵ء میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بعض عمومی سوالات کے جوابات دیئے۔ یہ دلچسپ سلسلہ سوال و جواب ادارہ الفضل انٹرنیشنل اپنی ذمہ داری پر افادہ احباب کے لئے ذیل میں پیش کر رہا ہے۔ اسے مکرم یوسف سلیم ملک صاحب نے مرتب کیا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء ـــــ (ادارہ)

عبد کا وسیع تر مفہوم

سب سے پہلے ایک ہندو دوست کا تحریری سوال پیش ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی مذہب کا سہارا لئے بغیر اللہ تعالیٰ کو نہایت کرب سے پکارتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ اس کی پکار کو سنتا ہے اور اسے راہ ہدایت دکھاتا ہے یا پہلے اس کا کسی مذہب پر ایمان لانا شرط ہے؟

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قرآن کریم تو بڑے واضح رنگ میں اور کھلے طور پر فرماتا ہے "اذا سالک عبادی عنی فانی قریب" (البقرہ : ۱۸۷) عباد کا لفظ تو تمام بنی نوع انسان پر حاوی ہے۔ مگر عبد کا معنی وہی ہے جو انہوں نے خود بیان کر دیا ہے۔ اگر کوئی شخص خدا کی خالص محبت میں سچائی کے ساتھ پکارتا ہے تو وہ عبد ہے اس کی پکار ضرور سنی جائے گی۔

دعا کے بارہ میں اہل فلسفہ کے اعتراضات کی اصل حقیقت

مشہور فلسفی برٹرینڈ رسل کے دعا پر اعتراض کے بارہ میں ایک دوست نے یہ سوال اٹھایا کہ مغربی مادی دنیا میں دعا کا مفہوم پوری طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ کچھ مذاق اڑائے جاتے ہیں، اعتراض ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ برٹرینڈ رسل نے بھی معروضی دعاؤں (Petitional Prayers) پر اعتراض اٹھایا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مذہبی لوگ ایک طرف تو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ کائنات کا نظام خدا تعالیٰ کی کامل قدرت، کامل علم اور کامل انصاف پر مبنی ہے اور پھر یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کا اپنا علم خدا تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ لیکن دوسری طرف وہ اپنے آپ کو ایک کوٹھڑی میں بند کر لیتے ہیں اور رہی سہی روشنی بھی بجھا دیتے ہیں اور اس اندھیرے میں وہ خدا سے یہ کہتے ہیں کہ یہ امر اس طرح نہیں بلکہ اس طرح کر کہ یہ میرے لئے زیادہ اچھا ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس نے جو نقشہ کھینچا ہے وہ تو واقعی بڑا خوفناک ہے۔ ہمیں بھی اس پر اعتراض ہے۔ انہوں نے مذہبی لوگوں کی تصویریں اپنے ذہن میں خود جمائیں اور کچھ اس زمانے کے جو مذہبی لوگ تھے ان کا بھی قصور ہے۔ انہوں نے غلط رنگ میں مذہب کو پیش کیا اور چونکہ فلسفی کا دماغ آزاد تھا اس نے اس کے اندر جو مخفی یا مضمر جتنے بھی بے ہودہ تصورات تھے ان کو پکڑا اور دنیا میں یہ تاثر پیش کیا کہ خدا کوئی نہیں ہے کیونکہ خدا کو پیش کرنے والے پاگل ہیں۔ یہ تو کوئی دلیل نہیں ہے۔

برٹرینڈ رسل کو پڑھ کر آئن سٹائن نے بھی مذہب پر اعتراض کئے ہیں اور خاص طور پر یہ اعتراض بھی اٹھایا ہے۔ پس دراصل یہ مذہب کے غلط تصورات کی پیداوار ہے۔ انہوں نے مذہب کو نقصان پہنچایا ہے۔ بقول برٹرینڈ رسل دروازے بند کر لئے اور اندھیرے میں بیٹھ گئے اور کہا کہ بس جو بھی ملنا ہے وہ یہیں ہم کو مل جائے گا اور یا روشنی دیکھنے والے تھے ان کو صاف پتہ چلا کہ کچھ بھی نہیں ہے۔ تو دو حصوں میں بٹ گئے یا جاہل مطلق مذہبی لوگ یا کچھ روشنی رکھنے والے لامذہب لوگ جو اصل روشنی کی رو میں سے ہٹ گئے۔ پس یہ تضادات ہیں جو جہالت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور اگر مذہب کو اس طرح سمجھا جائے جس طرح قرآن کریم نے پیش کیا ہے تو جتنے فلسفی وغیرہ ہیں ان کے اعتراض اٹھتے ہی نہیں تھے۔

آئن سٹائن کتنا عقل والا مشہور ہے لیکن اعتراض کی بنیاد چونکہ برٹرینڈ رسل پر رکھی ہوئی ہے، وہ اس کے فلسفہ سے بڑا متاثر تھا اس کو یہ نہیں پتہ کہ برٹرینڈ رسل کی آگے بنیاد کوئی نہیں ہے وہ جو بات کرتا ہے وہ بگڑے تگڑے پادریوں کی باتیں کر رہا ہے اس سے ہمیں کیا تعلق ہے۔

"کان عرشہ علی الماء" کا حقیقی مطلب

ایک دوست نے آیت الکرسی کا یہ حصہ پڑھا "وسع کرسیہ السمٰوات والارض" (البقرہ : ۲۵۶)۔ اللہ تعالیٰ کی حکومت زمین و آسمان پر حاوی ہے اور پھر ایک دوسری آیت میں فرمایا "کان عرشہ علی الماء" (ھود : ۸) کہ اس کی حکومت پانی پر ہے۔ اس سے انہوں نے یہ سوال اٹھایا کہ جب آسمان اور زمین کے اندر پانی شامل ہے تو پانی کی حکومت کو الگ طور پر بیان کرنے کی کیا وجہ ہے؟

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سائل کی تھوڑی سی ذہنی تشحیذ کے بعد فرمایا "کان عرشہ علی الماء" سے مراد یہ نہیں ہے کہ خدا کی کوئی روح ہے اور جس طرح بگڑی ہوئی بائبل میں تصور موجود ہے کہ وہ پانیوں پر تیرتی پھرتی ہے اور کچھ تھا ہی نہیں، یہ تو نہایت جاہلانہ تصور ہے۔ اس کا الٰہی صحیفوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ صحیفوں کو بگاڑنے والوں سے تعلق ہے۔ "کان عرشہ علی الماء" کا صرف اتنا مطلب بنتا ہے کہ اس کی روحانی تخت گاہ زندگی پر منحصر تھی پانی سے اس نے ہر زندہ چیز کو پیدا کیا ہے او پانی کے نتیجہ میں جو زندگی پیدا ہونی تھی وہ ہے اصل چیز جس پر خدا کی تخت گاہ نے قائم ہونا تھا یعنی وہ انسان پیدا ہونے تھے، وہ پاکیزہ دل پیدا ہونے تھے جن پر اللہ اپنا جلوہ دکھاتا ورنہ خالی مادی دنیا جس پر کوئی زندگی اور کوئی جان نہیں اس پر حکومت ایک مکینکل سا رنگ رکھتی ہے اور اس میں کوئی گہرا مفہوم نہیں پایا جاتا۔ پس "کان عرشہ علی الماء" سے مراد یہ ہے کہ اس کا اصل عرش درحقیقت کائنات کی پیدائش کا اصل مقصد تھا اور وہ زندگی عطا کرنا تھا جس کے نتیجہ میں پھر وہ انسان پیدا ہوئے جن پر اللہ کا عرش قائم ہوا۔

"وسع کرسیہ السمٰوات والارض" میں کرسی کا ایک ترجمہ علم ہے اور اس کے متعلق میں پہلے اپنے ترجمہ میں بھی گفتگو کر چکا ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ کا علم ہر چیز پر حاوی اور وسیع ہے اور چونکہ طاقت، علم سے پیدا ہوتی ہے اس لئے لوگوں نے یہاں عرش کا معنی بھی پیدا کر لیا مگر اور معنوں میں کہ اس کی طاقت اور اس کی قوت علم کے زور سے قائم ہے۔

تثلیث کے عقیدہ کے خلاف مؤثر دلیل

عیسائیوں کے ساتھ تثلیث پر گفتگو کرنے کے لئے سب سے زیادہ مؤثر دلیل کے بارہ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے سائل سے دریافت فرمایا۔ آپ کا کیا تجربہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا بائبل میں حضرت یونسؑ کے واقعہ کے حوالہ سے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا تھا کہ جس طرح حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ سے زندہ نکل آئے تھے اسی طرح حضرت مسیح نے فرمایا کہ میں بھی قبر سے زندہ نکل آؤں گا۔ یہ دلیل میں سب سے زیادہ مؤثر سمجھتا ہوں۔ حضور نے پوچھا تو کیا آپ نے اس دلیل کو کبھی استعمال کیا۔ جواباً عرض کیا گیا کہ ایک پادری سے گفتگو میں یہ دلیل دی تھی۔ حضور نے پوچھا کہ کیا نتیجہ نکلا۔ کیا وہ قائل ہو گیا۔ سائل نے عرض کیا کہ وہ پھر بھی مانتا نہیں تھا۔ حضور نے فرمایا پھر وہ مؤثر ذریعہ کیسے بن گیا۔ کیونکہ بات تو مؤثر دلیل کی ہو رہی ہے۔ آپ نے میری کتاب Christianity, a journey from facts to Fiction نہیں پڑھی؟ آپ اس کتاب کا مطالعہ کریں اس میں یہ ساری منطقی بحثیں آگئی ہیں۔

امام مہدی کی ضرورت

اس سوال پر کہ حضور انور نے انصار اللہ کی مجلس میں ایک غیر از جماعت دوست کے امام مہدی کی ضرورت کے بارہ میں سوالوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ مسلمان آپس میں لڑ رہے ہیں۔ مسلمان ایک دوسرے کو کاٹ رہے ہیں، مر رہے ہیں۔ تو جب یہ مجلس ختم ہو گئی تو ایک دوسرے غیر از جماعت دوست جن کو سوال کرنے کا موقع نہیں ملا تھا انہوں نے سوال اٹھایا کہ 'آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے معا بعد تو صحابہ آپس میں بہت لڑے ہیں۔ ہزاروں نے ایک دوسرے کو کاٹا اور مارا تو کیا اس وقت بھی امام مہدی کی ضرورت تھی۔ ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اگر آج مسلمان یہ کر رہے ہیں تو صحابہ نے بھی تو یہی کیا تھا۔ حضور نے جواب دیتے ہوئے فرمایا صحابہ نے جو کیا تھا اس کو ان غیر صحابہ نو مسلموں کے ساتھ شامل کرنا بہت سخت گناہ ہے اور نہایت بے وقوفی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کچھ صحابہ تھے اور کچھ اعراب تھے یعنی باہر کے علاقہ سے غلبہ اسلام دیکھ کر اسلام قبول کر رہے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی قرآن کریم مسلسل ان کو صحابہ کے طور پر پیش نہیں کر رہا بلکہ منافقوں کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ اور یہ وہی تھے جن سے سارے فتنے اٹھے تھے۔ جتنی لڑائیاں ہوئی ہیں ان سے ہوئی ہیں۔ جب کہ صحابہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اکٹھے رہے ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر پھر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر ایک وقت تک اکٹھے رہے۔ پھر خوارج کے فتنے پیدا ہوئے جو باہر سے آئے ہیں اس لئے ایسے لوگوں کو صحابہ کہنا درست نہیں ہے۔

اصل میں جب ایک پیغام ایک نبی کی زندگی میں پھیلتا ہے تو ایک طرف اس میں یہ فائدہ ہے کہ وہ شریعت جو پہلی دفعہ نازل ہوئی ہے اس کی حکمت اور اس کا مفہوم پوری طرح ظاہر ہو جائے اور وہ اپنی زندگی میں خود عمل کر کے دکھا دے۔ لیکن اس کے کچھ نقصانات بھی ہوتے ہیں۔ جو تیزی کے ساتھ غلبہ نصیب ہوتا ہے اس میں بہت سے خلاء بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ دیکھا دیکھی غلبہ کے رعب میں آکر ایمان لے آتے ہیں۔ پس جو نقص ہیں وہ ان لوگوں کے ہیں نہ کہ صحابہ کے۔

خلافت کی عظمت اور علو شان

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب ان مخالفین کے خلاف جنہوں نے بغاوت کا علم بلند کیا تھا جہاد کا اعلان کیا ہے تو اس سے پہلے ایک لشکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیار کر چکے تھے جس کے سربراہ آپؐ کے منہ بولے بیٹے کا بیٹا حضرت اسامہ بن زیدؓ مقرر ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ لشکر اسی طرح جائے گا اور اس میں کوئی روک پیدا نہیں ہوگی۔ صحابہ بڑے سخت گھبرائے کہ اس وقت اتنے فتنے پیدا ہو رہے ہیں، ارد گرد سے لوگ اٹھ رہے ہیں تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا، دیکھو! ابو قحافہ کا بیٹا کون ہوتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسند خلافت پر بیٹھے اور اپنے پہلے فیصلے میں رسول اللہؐ کے فیصلے کو منسوخ کر دے، یہ تو نہیں ہو سکتا۔ یہ آپ کا عظیم کام ہے اور یہ آپ کی خلافت کی عجیب شان ہے۔ اس موقع پر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر مدینہ کی گلیوں میں کتے لاشیں گھسیٹتے پھریں تب بھی یہ لشکر ضرور جائے گا۔ یہ حضرت ابو بکرؓ کی عظمت اور آپ کے ایمان اور آپ کی صدیقیت کا نشان ہے۔ پس صحابہ کا تو یہ جذبہ تھا۔ ایسی فدائیت اور ایسا عشق تھا کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ مٹھی بھر صحابہ کو پھر اللہ تعالیٰ نے فتح پر فتح عطا فرمائی، اس کو لوگ بھول جاتے ہیں۔

ظہور مہدی اور سنت اللہ

پس جہاں صدیقیت موجود ہو وہاں مہدویت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جہاں فاروقیت موجود ہو وہاں ضرورت نہیں ہوتی اور اس کے بعد بھی ضرورت نہیں تھی کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق اندھیرے نے ایک دم نہیں آنا تھا بلکہ آہستہ آہستہ روشنی، اندھیروں میں بدلنی تھی اور اس کے لئے تقریباً تین صدیاں درکار تھیں اور پھر عملاً وہی ہوا جس کی پیش گوئی فرمائی گئی تھی۔ دراصل جب لوگ ایک دفعہ نور کو رد کر کے یا اس سے منہ موڑ کر یا ناقدری کر کے اندھیروں میں داخل ہوا کرتے ہیں تو اچانک خدا تعالیٰ ایک بڑی آزمائش لے کر نہیں آتا۔

وجہ یہ ہے کہ جس کو ہم برے حال میں دیکھ رہے ہیں اسے ہم رسول اللہ کے زمانے کے مقابلہ پر دیکھ رہے ہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ اسلام سے پہلے جیسا بد حال ہو گیا تھا بالکل غلط ہے، جھوٹ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے جہالت کی جو حالت تھی وہ تو اسلام کے ہزار سال بعد بھی واپس نہیں لوٹی۔ پس معیار بدل جاتا ہے، سطح بلند ہو جاتی ہے اور اس کے پیش نظر جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کا حال دیکھتے ہیں تو مقابلہ رسول کریمؐ کے زمانے کے معیار سے کرتے ہیں نہ کہ اس سے پہلے کے زمانہ سے۔

باقی صفحہ نمبر ___ پر ملاحظہ فرمائیں

PLANET EARTH PRESENTS

■ FUEL CATALYST: Cheaper fuel bills for people with a fuel catalyst plus exhaust emission is cut by 51%

■ ALARMS: Personal attack, Property alarms, Economizers

■ Air Care Products: Clinically proven vacuum cleaners for Asthma, Eczema, Rhinitis and other dust allergy problems

Call for more information or brochure:
Day 0181 365 7557 or 548 0514 after 7pm
Fax 0171 613 4252 - Ask for Mr. A. Vaince
Distributors required world wide

ہومیو پیتھی کلاس نمبر (۱۶)

ہومیو ادویہ امونیم کارب، ایلی یم سیپا، ایلوز، ایلیومن اور آرنیکا کے مختلف خواص کا ذکر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ۱۷ مئی ۱۹۹۴ء کو مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں فرمودہ ارشادات کا خلاصہ

[یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

(لندن ۱۷ مئی) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام ملاقات میں ہومیو پیتھی کلاس میں ہومیو ادویہ کی علامات اور خواص بیان فرمائے۔

امونیم کارب (Ammonium Carb)

کانوں سے بدبودار مواد آنا، کان زیادہ یا کم رستا رہے۔ کانوں میں جب مزمن بیماریاں بیٹھ جائیں، مستقل بیماری کی جو حالت ہے اس میں امونیم کارب مفید رہتی ہے۔ عورتوں میں ہسٹیریا کی علامات بھی اس میں پائی جاتی ہیں۔ گلینڈز کا سوجنا ایک نمایاں علامت ہے کینسر کے گلینڈز کے لئے بھی مفید ہے۔ یہ دوا کرانک بیماریوں کے لئے ہے۔

حضور انور نے فرمایا جب بیماریاں دبادی جائیں تو وہ گلینڈز میں جا کر بیٹھ جاتی ہیں۔ کینسر Suppression کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے اس کا فلسفہ یہ ہے کہ جب دواؤں کو براہ راست بیماریوں کے دبانے میں استعمال کیا جائے تو عمومی بیماری اس سے ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اندر کسی اور جگہ ظاہر ہوتی ہے۔ اور جو چیز منتقل ہوتی ہے وہ بیماری نہیں بلکہ وہ کمزوری ہے جو انسان کو دفاع کے قابل نہیں رہنے دیتی اور جسم کا دفاع کمزور ہو جاتا ہے۔ بعض کمزوریاں جلد کے دفاع کو کمزور کر دیتی ہیں۔ اس پر جلد سے تعلق رکھنے والی بیماریاں حملہ کرتی ہیں۔ اگر جلد کو آپ صحت دیں تو کمزوری اندر کی طرف منتقل ہو کر پھیپھڑوں یا اندرونی Mucous Membrane وغیرہ میں چلی جائے گی۔ اور یہاں جب وہ کمزوری اثر دکھاتی ہے تو کئی قسم کے جراثیم جن کا ان سے تعلق ہے وہ پکڑ لیتے ہیں۔ اس کو جب دبایا جائے گا تو جگر ضرور متاثر ہو گا۔ مسلسل بیماری کا یہ سفر باہر سے اندر کی طرف ہوتا ہے اس کو اگر ٹھیک کیا جائے تو بیماری ٹھیک ہو کر کہیں اور جا نکلتی ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا بیماریوں کا یہ رخ یونیورسل ہے۔ مثال کے طور پر گہری بیماریوں میں سے ایک آتشک Syphlis بیماری ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک عام سادہ دوائی پنسلین کے تیس دن مسلسل استعمال سے جڑ سے اکھڑ جاتی ہے۔ اس کا ایک اپنا مزاج ہے۔ یہ نسلی اعضاء سے تعلق رکھنے والی بیماری ہے۔ جب اسے وہاں سے دبا دیا جاتا تھا تو Syphlis ہڈیوں میں منتقل ہو جاتی تھی۔ جب وہاں علاج کیا جاتا تھا تو ناک اور منہ کی ہڈیوں میں منتقل ہو جاتی تھی۔ اس کو وہاں بھی دبایا جاتا تو یہ دماغ میں منتقل ہو جاتی تھی اور ایسے مریض بعض دفعہ پاگل ہو جاتے تھے۔ اس طرح سے بیماری کو جب باہر سے دبا دیا جائے تو یہ ٹھیک نہیں ہو رہی ہوتی بلکہ اندر اور اندر جاری ہوتی ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا سوال یہ ہے کہ جراثیم سے بیماریوں کا آغاز ہوتا ہے یا اندرونی کمزوریوں سے بیماریوں کا آغاز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی کو ہر قسم کے دفاع کی طاقت بخشی ہے۔ عام طور پر جسم بڑی شدت سے جراثیم کا مقابلہ کرتا ہے لیکن مزاج عادت غذاؤں اور دواؤں میں تبدیلیوں سے بعض اوقات جسم جراثیموں کے مقابلے کی طاقت کھوتا چلا جاتا ہے۔ ایک شخص روزمرہ کی سخت جانی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اس کو بعض بیماریاں لاحق ہی نہیں ہوتیں لیکن وہی جب تن آسانی کی زندگی بسر کرنا شروع کر دے تو بعض بیماریاں اسے لاحق ہو جاتی ہیں۔ تو انسانی صحت توازن کا نام ہے جس میں جسم کے تمام عضلات وہ حرکتیں جن کی طاقتیں ان کو ملی ہوئی ہیں ان کو چھوڑ نہ بیٹھے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سندھ میں خانہ بدوش عورتوں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ یہ عورت حمل کی حالت میں آخری وقت تک سارے کام کرتی رہتی ہے۔ ایک بچہ پیٹھ پر لدا ہوا اور وہ کپاس چن رہی ہے یا اور کام کر رہی ہے۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد جھاڑی میں غائب ہو گئی اور دوسرا بچہ لے کر آ گئی۔ اور اسے محدود سی چند منٹ کی تکلیف کے سوا کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ کینٹ میں میں نے پڑھا ہے کہ بعض سخت مزاج قوموں میں بھی یہ چیز کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔

حضور نے فرمایا کہ بائبل میں آپ نے پڑھا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے گناہ کی ایک سزا یہ دی کہ عورتیں درد زہ سے بچہ جنیں گی اور اسے ہم اپنے اختلافی مسائل میں نمایاں طور پر اٹھاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ درد سے تو اسی طرح بچہ جن رہی ہیں اور جن کو ہم صحت مند کہتے ہیں وہ بھی کچھ درد سے بچہ جنتی ہیں مگر موازنہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تکلیف حد سے زیادہ ہونا انسانی گناہوں سے تعلق رکھتی ہے اور گناہوں سے مراد صرف وہ شرعی گناہ نہیں ہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے جس قانون قدرت میں ہمیں جن شرائط کے ساتھ پیدا کیا ہے جب ان کو Violate کریں تو یہ بھی ایک قسم کا گناہ ہے اور سوسائٹیاں جو اپنے مزاج بدلتی ہیں روزمرہ کے کاموں سے اجتناب کرتی ہیں۔ امیر طبقہ کے لوگ زیادہ تن آسان ہو جاتے ہیں تو ان کے لئے یہ روزمرہ کی باتیں بہت بڑی سزائیں بن جاتی ہیں اس لئے یہ عمومی مزاج ہے انسان کا جس کو پیش نظر رکھ کر ہم جراثیم پر دوبارہ آ کر دیکھتے ہیں وہ کیا اثر دکھاتے ہیں۔

حضور نے فرمایا خاندانی کمزوریاں بعض دفعہ اولاد میں بھی کمزوریوں کی صورت میں منتقل ہوتی ہیں۔ اور براہ راست ہر شخص کا ذاتی گناہ بھی ضروری نہیں ہے۔ پس بائبل میں جو گناہ کا آگے منتقل ہونے کا معاملہ ہے وہ روحانی گناہ کا نہیں ہے بلکہ جسمانی گناہ کا ہے اور وہ بھی لازم کے طور پر نہیں۔ اس سے بھی لوگ شفا پا جاتے ہیں اور پھر ایسی نسلیں ہیں جن میں کچھ بھی اثر باقی نہیں رہتا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ کینسر کو میں ہمیشہ شیطان کے مشابہ سمجھتا رہا ہوں اور جتنا میں نے غور کیا ہے شیطان والی علامتیں اس میں پائی جاتی ہیں۔ قانون روحانی سے بغاوت شیطانیت ہے اور قانونی جسمانی سے بغاوت کینسر ہے۔ پس آپ نے اگر قانون جسمانی کو استعمال نہ کیا اور اس کے سامنے سر جھکا دیا اور بیرونی طریق پر بیماری کو دبانے کی کوشش کی تو وہ جو قانون قدرت موجود تھا جس سے آپ نے استفادہ نہیں کیا۔ وہ بے کار ہو جاتا ہے۔ جس طرح بچے کو ساری عمر آپ گودی میں اٹھائے پھریں تو اس کی ٹانگیں آخر جواب دے جائیں گی۔

حضور نے فرمایا کہ امر واقعہ یہ ہے کہ جسم کے ہر خلیے میں اللہ تعالیٰ نے بڑھنے کی اور نشوونما کی طاقت بخشی ہے۔ اور وہ دو طرح استعمال ہوتی ہے ایک جسم کی افزائش کے ذریعہ اور جسم کی صلاحیتوں کی افزائش کے ذریعہ ایک حد تک اس طرح وہ بڑھنے کی صلاحیت دکھاتی ہے۔ ایک حد کے بعد جسم کے اندر خدا نے کمپیوٹرائزڈ پیغام رکھے ہوئے ہیں کہ اب یہ بڑھوتی بند کر دو اور صرف مرمت (Repair) کا کام کرو۔ مثلاً ہمارے دانت روز مرہ گھس رہے ہیں اس کے باوجود ان کا سائز وہی رہتا ہے۔ اس مرحلہ میں عموماً انسان اپنی زندگی کا بڑا حصہ صرف کرتا ہے۔ پھر ایک ایسا مرحلہ آتا ہے کہ جب گھسائی پٹائی مرمت سے آگے نکل جاتی ہے اور جسم کے اندر جو خلیے ٹوٹ رہے ہیں اس کی صفائی کا اور مرمت کا انتظام کمزور پڑ جاتا ہے اور وہ زہر جسم کے اندر موجود رہتے ہیں۔ یہ بڑھاپے کا دور ہے اس کو Maintain کرنے کے لئے آپ کی درمیانی زندگی کے عادات و اطوار بہت نمایاں کردار ادا کرتے ہیں اور فیصلہ کن ثابت ہوتے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ کینسر میں اللہ کے فضل سے ہومیو پیتھک دوائیں کام دکھاتی ہیں لیکن اس کے لئے کچھ صبر کی ضرورت ہے کچھ صحیح پیغام رسانی کی ضرورت ہے اور اکانومی درست کرنے کی ضرورت ہے۔ حضور نے فرمایا کہ میرے تجربہ میں ہے کہ اکثر صورتوں میں کینسر کا مریض ہومیو پیتھ سے بھی قابو میں نہیں آتا لیکن ایک بڑا فرق پڑ جاتا ہے کہ کینسر کے متعلق جو لوازمات ہیں ان میں کافی نرمی پیدا ہو جاتی ہے، Violence ختم ہو جاتی ہے اور کچھ نہ کچھ صفائی کا نظام حرکت میں آ جاتا ہے۔ ایسا مریض زیادہ آرام اور آسانی کے ساتھ جان دیتا ہے بہ نسبت اس مریض کے جس کو جبر کے ساتھ ٹھیک کرنے کی کوشش کی جائے۔ حضور انور نے فرمایا کہ ہر وہ دوا جو بیرون کو درست کرے اور اندرون کو خراب کرنے میں ممد ہو وہ نقصان دہ اور خطرناک ہے۔

حضور نے فرمایا کہ امونیم کارب میں گلینڈز اس وقت پھولتے ہیں جس وقت بیماریاں Mucous Membrane کی بجائے گلینڈز میں جاتی ہیں۔ پس گلینڈز کی بیماریوں کی شدت میں اور دائمی ہونے میں امونیم کارب کو بہت دخل ہے۔ حضور نے فرمایا کہ امونیم کارب کی ایک پہچان وقت کے لحاظ سے بھی ہے۔ فرمایا کاربن سے تعلق رکھنے والی دوائیں جن میں کاربن نمایاں کردار ادا کرتی ہے رات کو تین سے چار بجے تک نمایاں اثر دکھاتی ہیں اور دوپہر کو بھی تین سے چار بجے تک۔

ایلیم سیپا (Allium Cepa)

پیاز چھیلنے سے جو علامت ظاہر ہوتی ہے اس کا زور کانوں پر ہوتا ہے، گلا بیٹھ جاتا ہے، اندرونی طور پر گلے کے لئے تیز ہے اور آنکھوں کے لئے نرم ہے جبکہ یوفریزیا آنکھوں کے لئے سخت ہے۔ ایلیم سیپا کے لئے دن رات کا کوئی فرق نہیں۔ دن رات ایک جیسی کھانسی ہوتی ہے گلے میں خراش ویسے ہی ہوتا ہے لیکن یوفریزیا میں دن کو اس لئے آرام ہوتا ہے کہ نزلہ آنکھوں کے راستے باہر نکلتا ہے۔ رات کو سونے کے وقت آنکھیں بند ہو جانے کی وجہ سے آنکھوں کے راستے نکلنے والا مواد اندر گلے میں گرنے لگتا ہے۔ اس لئے سونے کے دو گھنٹے بعد مریض اٹھ جاتا ہے اور کھانستا ہے۔ بعض دفعہ تو بڑی ہی شدید کھانسی ہوتی ہے لیکن صبح اٹھتا ہے تھوڑی دیر کے بعد آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور پانی جاری ہو جاتا ہے اور اندر سے گلے کو آرام آ جاتا ہے۔ اس میں مرض لیکسز (Laches-is) کی طرح بائیں سے دائیں حرکت کرتا ہے۔ اس کا جو زہر ہے وہ عموماً بائیں طرف کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ بائیں سے آغاز کرتا ہے اور جب جسم دفاع کرتا ہے تو دائیں طرف پناہ لیتا ہے۔ اس کی عادات میں اوپر سے اندر کی طرف حرکت نہیں ہے جبکہ لائیکو پوڈیم (Lycopodium) میں الٹ ہے یعنی دائیں سے بائیں۔ سانپوں کے زہر میں عموماً حملہ بائیں طرف ہوتا ہے اور عجیب بات ہے کہ سانپ اور پیاز کا بھی ایک تعلق ہے۔ سندھ میں سانپوں سے بچنے کے لئے عموماً مشورہ دیا جاتا ہے کہ ارد گرد پیاز ڈال کر سو جاؤ تو سانپ نہ آئے گا تو لیکسز اور ایلیم سیپا میں ایک طبعی جوڑ ہے۔

ایلوز (Aloes)

سی فوڈ (سمندری خوراک) سے خرابی ہو، پیٹ کی خرابی کی علامتیں ہوں یا ابھارہ دائیں طرف ہو، لائیکوپوڈیم بھی دائیں طرف زیادہ اثر دکھاتی ہے۔ جگر کی خرابی بھی لائیکوپوڈیم سے ملتی جلتی ہے۔ پیٹ میں ہوا زیادہ ہو۔ اسہال قے وغیرہ ساتھ ہوں۔

ایلیومن (Alumen)

یہ سانپ کے زہر سے مشابہت رکھتی ہے۔ بہتے خون کو روکنے کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ انسانی خون Collidal ہے یعنی معلق ہے۔ جو زہر سانپ سے مشابہ ہو اس کی مثال الیکٹرک کرنٹ ہے بجلی کے تیز کرنٹ سے آدمی ایک دم مرتا ہے، اس کا جسم کالا ہو جاتا ہے۔ خون کے جلنے سے رنگ کالا ہو جاتا ہے۔ چوٹوں میں بھی ایسا ہوتا ہے۔ خون کے خلیے مر جاتے ہیں یا خون جم جاتا ہے۔

آرنیکا (Arnica)

حضور نے فرمایا بجلی کے جھٹکوں اور نیلاہٹ سمیت، سب کا علاج آرنیکا ہے۔ یہ ہمیشہ خصوصاً سفر میں ساتھ ہونی چاہئے۔ گھر میں بھی حادثات میں اور چوٹوں میں یہ بہترین دوا ہے۔

حضور نے بیان فرمایا کہ ربوہ میں میرے پاس ایسے

بھی مریض لائے گئے کہ سر سے پاؤں تک لاٹھیوں کی ضربوں سے سارا جسم کالا ہو رہا تھا۔ ایسی حالت تھی لگتا تھا مر جائے گا۔ اسے آرنیکا دے کر بھجوا دیا دوسرے دن شام تک مریض کی کوئی اطلاع نہ ملی تو تشویش لاحق ہوئی۔ جواب ملا کہ وہ تو بھاگا دوڑا پھرتا ہے۔

حضور نے فرمایا شروع میں اگر آرنیکا کو ایکونائٹ ۲۰۰ میں ملا کر دیں (دونوں دوائیں ۲۰۰ میں) تو بہت مفید ہوتی ہے۔ اگر چوٹ یا حادثے میں سرخی نمایاں ہو اور نیلاہٹ میں نہ بدلے تو آرنیکا کے ساتھ بیلاڈونا (Belladonna) مفید ہوتی ہے۔ اس میں ماؤف حصے کی طرف خون کا رش ہوتا ہے۔ چوٹ سے ابھار بنتا ہے جو چوٹ والے حصے کو چھپا لیتا ہے۔ ایسے موقع پر آرنیکا اکیلی کافی نہیں ساتھ بیلاڈونا اور ایکونائٹ بھی دی جائے۔ تینوں دوائیں ملا کر دیں (۲۰۰ میں بھی اور ۳۰ میں بھی)۔

حضور نے فرمایا ابتدائی طور پر ہومیو پیتھی کی مشق کرنے والے ۳۰ سے شروع کریں۔ رفتہ رفتہ پوٹینسی اونچی کرتے جائیں۔ جہاں تجربے میں کوئی اچھی بات معلوم ہو مجھے ضرور لکھیں۔ آرنیکا چھوٹی سے لے کر بڑی پوٹینسی تک کام کرتی ہے۔ زیادہ تکلیف ہو تو بڑی پوٹینسی دی جائے۔

حضور نے ایک احمدی کوہ پیما (Mountaineer) مکرم میجر امتیاز صاحب کا ذکر کیا جو پہاڑ کی چوٹی سے ۸۷ فٹ نیچے گرے۔ ان کی چوٹ اتنی شدید تھی کہ ڈاکٹروں نے عملاً انہیں لاعلاج قرار دے دیا۔ ان کو آرنیکا (Arnica) اور نیٹرم سلف (Natrum Sulph) ۱۰۰۰ میں دی۔ ایمرجنسی کی صورت حال تھی۔ اور ہدایت کی کہ پہلے دن دو دفعہ پھر روزانہ دیں۔ وہ حیرت انگیز طور پر شفا پا گئے۔

اسی طرح ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ ایک صاحب مجھے ملنے آئے۔ وہ ملٹری آفیسر تھے۔ کہنے لگے آپ نے مجھے پہچانا۔ میں نے کہا میں نہیں پہچان سکا۔ کہنے لگے میں وہ ہوں جس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ جوڑ تو بن گیا تھا مگر ڈاکٹروں نے کہا کہ اب ساری عمر وہیل چیئر پر گزرے گی۔ آپ نے مجھے جو نسخہ دیا تھا اس میں شروع میں کوئی فائدہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ لیکن میں نے فیصلہ کیا کہ میں مسلسل کھاؤں گا۔ سال ڈیڑھ سال مسلسل وہ دوا کھاتا رہا۔ اللہ نے فضل کیا کہ اب میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا ہوں۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا وہ ایمرجنسی کا وقت تھا۔ اس وقت میرے ذہن پر پریشر تھا جو نسخہ میں نے تجویز کیا تھا وہ بعد میں بھول گیا۔ ان سے کہا کہ وہ نسخہ مجھے یاد دلائیں وہ نسخہ یہ تھا۔

آرنیکا ۳۰ (Arnica)

روٹا ۳۰ (Ruta)

ہائی پیریکم ۳۰ (Hypericum)

کلکیریا فاس ۳۰ (Calc. Phos)

سمفائیٹم ۳۰ (Symphytum)

یہ سب ادویہ ۳۰ میں اور صورت حال سنگین ہو تو ۲۰۰ میں اور ایمرجنسی ہو تو ۱۰۰۰ میں بھی دی جا سکتی ہے۔ بے شک چوٹ کو دیر ہو گئی ہو اگر چوٹوں کے بداثرات باقی ہوں تو دیر کے بعد بھی اثر کرے گی۔

ہائی پیریکم (Hypericum) میں خاص بات ہڈیوں کے ٹوٹنے کا علاج ہے۔ ریچی کی ہڈی جس کا آخری سرا لبوترا سا ہوتا ہے۔ اگر کوئی اس طرح گرے کہ ریچی پر زور پڑے تو دردیں ہمیشہ کے لئے رہ جاتی ہیں۔ اس کا بڑا مؤثر علاج ہے۔ سمفائیٹم، روٹا اور کلکیریا فاس (Symphytum, Calc. Phos, Ruta) ہر قسم کے فریکچر کے لئے ہے۔ اس میں ہڈیوں کے بڑھنے کی رفتار دگنی ہو جاتی ہے۔ چھ ہفتوں کی بجائے تین ہفتوں میں ہڈی جڑ جاتی ہے۔ خصوصاً بوڑھے افراد کی ہڈیوں میں نہایت ضروری ہے۔ اس کے ساتھ آرنیکا بھی ضروری رکھیں۔ آرنیکا کا ہڈیوں کی چوٹ سے تو تعلق نہیں۔ اس کا اثر عضلات گوشت اور خون کی رگوں پر ہوتا ہے مگر ہڈیوں پر نہیں ہوتا۔ باقی دوائیں ہڈیوں پر اثر کرتی ہیں۔ ہڈیوں کی سطح پر باریک باریک اعصاب کے جال بنے ہوتے ہیں یہ ہڈیوں کے بڑھنے اور رکنے کے احکامات دیتے ہیں۔

ایک سوال کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ اگر چوٹ لگے دیر بھی ہو گئی ہو لیکن چوٹوں کے بداثرات باقی ہوں تو بھی یہ دوائیں خدا کے فضل سے کام کریں گی۔

بقیہ سوال وجواب

پس وہ جو دوبارہ خدا کی طرف سے کسی آدمی کا بھیجا جاتا ہے وہ بہت Low اور چھوٹے معیار کی طرف واپس لوٹنے کے نتیجہ میں ہوتا ہے اور اس کے لئے وقت درکار تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیش گوئیاں فرمائی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت تک نہیں ہو گا جب تک کہ عملاً دنیا میں مسلمانوں کے علماء سے امید کلیۃً قطع نہ ہو جائے۔ جب تمام دنیا کے بھروسے ختم ہو جائیں گے، جب کوئی راہ باقی نہیں رہے گی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ آسمان سے امام مہدی کو بھیجے گا۔ چنانچہ اس کی تصدیق اس پیش گوئی سے ہوتی ہے جس میں آئندہ زمانے کے حالات کا ذکر ہے کہ اسلام کا نام باقی رہ جائے گا، قرآن کریم کے الفاظ صرف رہ جائیں گے، اس کے پڑھنے پڑھانے کا رواج ختم ہو جائے گا، مسجدیں آباد بھی ہونگی تو ویران ہونگی، "علماء ھم شر من تحت ادیم السماء" اس زمانے کے مسلمانوں کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہونگے۔

پس اس انتہائی گہری رات کا جو منظر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھینچا ہے اس کے بعد مہدی نے آنا تھا اور یہی اللہ کا دستور ہے جو ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے۔ ایک دفعہ مذہبی بگاڑ کو اپنی انتہا تک پہنچانے دیتا ہے اور پھر وہیں سے روشنی پھوٹتی ہے۔

(باقی آئندہ۔ انشاء اللہ)

واقفین نو کے والدین کے لئے

ضروری اعلان

تمام ایسے احباب جنہوں نے اپنے بچوں کو وقف نو کے تحت وقف کیا ہوا ہے ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ اگر وقف نو کا فارم پر کرنے کے بعد ان کا پتہ تبدیل ہو گیا ہو تو فوری طور پر شعبہ وقف نو مرکزیہ (لندن) کو اطلاع بھجوائیں۔ اطلاع دیتے وقت "حوالہ نمبر وقف نو" ضرور تحریر کریں تاکہ ریکارڈ تلاش کرنے میں آسانی رہے۔ مرکزی ریکارڈ میں اندراج مکمل ہونا بہت ضروری ہے۔ خاص طور پر مکمل پتہ ضرور درج ہونا چاہئے اور جب بھی پتہ تبدیل ہو اس کی اطلاع ضرور دی جانی چاہئے۔

سائنس کی دنیا

(آصف علی پرویز)

دو کہکشاؤں کی ٹکر

خلا میں پھینکی ہوئی ہبل دوربین نے دو کہکشاؤں کی ایک دوسرے سے آمنے سامنے کی ٹکر (Head on C-ollision) کی غیر معمولی تصاویر کھینچی ہیں۔ یہ تصاویر اس دوربین پر نصب شدہ Wide Field Planetary کیمرہ نے کھینچی ہیں۔ ان تصاویر سے پتہ چلا کہ ایک کہکشاں جو غالباً Interpolar ہے اس کی ایک Cartwheel Galaxy سے ٹکر ہوئی ہے جس کے نتیجہ میں انتہائی طاقت کی لہریں پیدا ہوئیں۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ جیسے پانی کے ایک تالاب میں پتھر پھینکنے سے موجیں (Waves) پیدا ہوتی ہیں۔ دوربین کی کھینچی ہوئی تصاویر سے پتہ چلا کہ یہ لہریں دو لاکھ میل فی گھنٹہ کی غیر معمولی رفتار سے خلا میں پھیلیں اس کے نتیجہ میں کئی کروڑ نئے ستارے پیدا ہوئے۔ ٹکر کا یہ واقعہ ایک نہایت ہی غیر معمولی واقعہ ہے۔ تاہم اس ٹکر کا ہمارے شمسی نظام پر کسی نمایاں اثر پڑنے کا کوئی امکان نہیں کیونکہ یہ ٹکر ۵۰ کروڑ نوری سال کے فاصلہ پر ہوئی ہے۔

بچوں کی پنگھوڑے میں اموات

(Cot Death)

Cot Death کا نام ایک ایسی بیماری کو دیا گیا ہے کہ جس میں چھوٹی عمر کے بچے اپنے بستروں (Cot) میں بالکل صحیح صحت میں رات کو سوئے لیکن صبح اٹھنے پر ان کی وفات ہو چکی تھی اور بظاہر ان کی وفات سے پہلے صحت بالکل ٹھیک تھی۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ صرف برطانیہ میں ہی ہر سال ۵۰۰ بچے اس طرح سے موت کا شکار ہوتے ہیں۔

پچھلے دنوں برطانیہ میں دکھائے گئے ایک ٹی۔ وی۔ پروگرام میں یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ ان بچوں کی وفات کی وجہ گدوں (Mattresses) میں سے نکلنے والی زہریلی گیسیں ہیں جو ان میں موجود کیمیاوی عناصر مثلاً Arsenic Antimony کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ سائنس دان ابھی تک پوری طرح مطمئن نہیں کہ کیا محض گدے ہی ان اموات کا باعث ہیں۔

Professor Peter Fleming جو بچوں کی بیماریوں کے ماہر معالج ہیں اس تحقیق کو آگے بڑھا رہے ہیں چنانچہ ان کی ٹیم ان والدین سے جن کے بچے اس وجہ سے فوت ہو گئے ہوں، تحقیقی سوالات کرتے ہیں۔ اس طرح انہوں نے ۱۹ مختلف اقسام کے گدوں کا کیمیائی تجزیہ بھی کیا۔ ان میں سے ۸ گدے وہ تھے جن پر بچوں کی وفات ہوئی تھی۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ محض گدوں کا استعمال ہی ان بچوں کی وفات کا باعث نہیں۔

ان کی تحقیق نے یہ ثابت کیا کہ ان معصوم بچوں کی وفات میں ان کے والدین کی سگرٹ نوشی ایک بہت بڑا حصہ ادا کرتی ہے۔ وہ گھرانے جن میں میاں بیوی سگرٹ پیتے ہیں وہاں ایسی اموات کا امکان ۵ گنا زیادہ ہے۔ جہاں صرف مائیں پیتی ہیں وہاں تین گنا زیادہ ہے۔

وہ مائیں جو دوران حمل سگرٹ پیتی ہیں۔ سگرٹ کے دھوئیں کے زہر ماں کے ذریعے بچے میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ سائنس دانوں نے سگرٹ کے دھوئیں میں تقریباً ایک سو زہریلے عناصر پائے ہیں جن میں نکوٹین، کاربن مونو آکسائڈ اور اینٹی منی وغیرہ شامل ہیں۔ جب یہ زہر بچے کے جسم میں داخل ہوتے ہیں تو ان کا اثر گردوں، پھیپھڑوں اور دماغ پر ہوتا ہے اور بچے کی نشوونما پر برا اثر پڑتا ہے۔ اسی طرح ان بچوں میں بیماریوں کے خلاف مدافعت میں بہت کمی ہو جاتی ہے۔

Cot Death سے بچنے کے لئے ڈاکٹروں نے یہ ہدایت بھی دی ہے کہ بچے کو کمر کے بل لٹانا چاہئے اور غیر ضروری گرم کپڑے جو بچے پر ایک بوجھ بن سکتے ہیں، سے بچنا چاہئے۔ اس سے بچے کے درجہ حرارت میں یکسانیت پیدا ہوتی ہے۔

خوش قسمتی سے ایشیائی گھرانوں میں Cot Death کی شرح اموات نہ ہونے کے برابر ہے۔ جب ڈاکٹروں نے اس امر کا تجزیہ شروع کیا تو اس کی ایک وجہ ان کے سامنے یہ آئی کہ ایشیائی مائیں نومولود بچے کو اپنے ساتھ سلاتی ہیں۔ نفسیاتی طور پر بچہ ماں کی قربت کی وجہ سے زیادہ پر سکون ہو کر سوتا ہے۔ دوسرے ایشیائی ماؤں میں سگرٹ نوشی کی نسبت بہت ہی کم ہے۔

بقیہ عکس نما

اسلام کو گھسیٹنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ احمدی نوجوان جنہیں اللہ تعالیٰ نے مغربی زبانوں کا فہم عطا فرمایا ہے، کا فرض ہے کہ مغرب کی اس عقلی بیماری کا تعاقب کرتے ہوئے "اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے" زوردار مضامین لکھ کر ان معاندین اسلام کا منہ بند کریں۔

خریداران سے گزارش

اپنے پتہ کی تبدیلی یا تصحیح کے لئے اطلاع دیتے وقت ایڈریس لیبل پر درج AFC حوالہ نمبر ضرور درج کریں شکریہ

(مینیجر)

Kenssy
Fried Chicken
TELEPHONE 539 3773
589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB
PROPRIETOR: MASOOD HAYAT

الفضل ڈائجسٹ

(تلخیص و ترتیب: محمود احمد ملک)

"الفضل ڈائجسٹ" کے نام سے ایک نیا کالم اس ہفتہ سے شروع کیا جا رہا ہے۔ اس کالم میں مرکزی اخبارات و رسائل کے علاوہ دنیا بھر میں پھیلی ہوئی جماعت احمدیہ کی شاخوں اور ذیلی تنظیموں کی طرف سے طبع ہونے والے مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہونے والی اہم خبروں اور دلچسپ مضامین سے متعلق مختصر معلومات قارئین کی خدمت میں پیش کی جایا کریں گی۔ اب ہم "الفضل انٹرنیشنل" کو گذشتہ ہفتہ موصول ہونے والے اخبارات و جرائد پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

روزنامہ "الفضل" ربوہ کی ۲۷ مارچ کی اشاعت میں سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ مارچ ۱۹۱۷ء کا کچھ حصہ شائع ہوا ہے جس میں حضرت مصلح موعودؓ نے قرآن کریم کے اس ارشاد کی تفسیر بیان کی ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑائی کا معیار صرف تقویٰ ہے۔ اس سلسلہ میں حضور نے متعدد مثالیں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ استکبار سے بہت بچنا چاہئے۔ جب ابلیس نے تکبر کیا اور کہا کہ میں اس آدم سے بہتر ہوں تو خدا تعالیٰ نے اس سے وہ بزرگی جس کے باعث اس نے یہ دعویٰ کیا تھا چھین لی۔ اگر کوئی کہے کہ میں فلاں ذات کا آدمی ہوں جو بڑی معزز ہے اور دوسرا رذیل قوم کا ہے اور اس طرح اس کی تحقیر کرے تو یہ محض جہالت اور نادانی ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر کوئی کسی کی قومیت پر اسے ذلیل کرنے کے لئے حملہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کو ذلیل کر دیتا ہے اور کوئی کسی کے کہنے سے ذلیل نہیں ہو جاتا، ذلیل وہی ہے جو خدا کی نظر میں ذلیل ہو۔

روزنامہ "الفضل" ربوہ کی ۲۸ مارچ کی اشاعت میں مکرم بشارت احمد صاحب ناصر مربی سلسلہ کی صرف ۳۴ سال کی عمر میں افسوسناک وفات کی خبر ہے۔ آپ نے ۱۹۸۶ء میں شاہد پاس کرنے کے بعد فقہ میں تخصص بھی کیا تھا اور جامعہ احمدیہ میں تدریسی فرائض سرانجام دینے کے علاوہ دارالافتاء میں بھی خدمت بجالاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے۔ اسی اشاعت میں جماعت کے ممتاز بزرگ عالم اور شاعر حضرت مولانا ذوالفقار علی خان گوہر صاحب کی ایک نظم بھی شائع ہوئی ہے۔ اس طویل نظم کے دو اشعار ہیں:

پردہ پوشی تو نے دنیا میں تو کی اے ذوالمنن
اس بھری محفل میں محشر کی مجھے رسوا نہ کر
موتیوں میں تولنے کے ہیں یہ گوہر اشک خوں
رکھ امید اللہ سے دن رات تو رویا نہ کر

روزنامہ "الفضل" ربوہ کی یکم اپریل کی اشاعت میں سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ جولائی ۱۹۱۶ء شائع ہوا ہے۔ یہ خطبہ قبولیت دعا سے متعلق ہے اور حضور نے کچھ طریق بیان فرمائے ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان کی دعاؤں کی قبولیت بڑھ جاتی ہے مثلاً پہلا گر یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی قربت حاصل کرے اور ایسا اسی وقت ہوسکتا ہے جب انسان اپنے رب کے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔ دوسرا گر یہ ہے کہ خدا پر ایمان لائے۔ حضور فرماتے ہیں کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ زائد الفاظ ہیں کیونکہ جو شخص خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتا ہے وہ ایمان بھی لایا ہے لیکن دراصل ایک ناقص ایمان والا شخص، جو رسمی طور پر شریعت کے احکام پر عمل کرتا ہے یا ایک دہریہ جو لوگوں کے ڈر سے نماز پڑھ لیتا ہے، کامل ایمان والوں میں داخل نہیں ہوسکتا۔ پس یہاں یہ مراد ہے کہ انسان شریعت کے تمام احکامات پر عمل کرے اور دعائیں مانگے مگر ساتھ ہی اس بات پر ایمان رکھے کہ خدا تعالیٰ دعائیں قبول کرتا ہے۔ بعض لوگ بڑے خشوع و خضوع سے دعائیں کرتے ہیں مگر پھر یہ کہتے ہیں کہ فلاں اتنا بڑا کام ہے اس کے متعلق دعا کہاں سنی جائے گی یا یہ کہ ہم گناہ گار ہیں ہماری دعا خدا کہاں سنتا ہے۔ اس قسم کے شیطانی خیالوں سے دعا میں قبولیت نہیں رہتی۔ حضور مزید فرماتے ہیں کہ دعا مانگنے سے کبھی بھی نہیں رکنا چاہئے سوائے اس کے کہ کشف ہو جائے کہ دعا مت کرو یا یہ کہ جس مقصد کے لئے دعا کی جائے اس سے نفرت پیدا ہوجائے یا یہ کہ جس بات کے لئے دعا کی جائے وہ شریعت کے محذورات سے وابستہ ہو جائے۔

روزنامہ "الفضل" ربوہ کے ۲ اپریل کے پرچہ کے صفحہ اول پر دو رنگین تصاویر شائع ہوئی ہیں۔ ایک تصویر میں انگریز احمدی دوست محترم سعید احمد جونز صاحب اور دوسری میں جنوبی کوریا کے صدر جماعت احمدیہ مکرم ابراہیم لی صاحب، "الفضل" ربوہ کے مدیر محترم نسیم سیفی صاحب اور دیگر کارکنان کے ساتھ دفتر میں تشریف رکھتے ہیں۔ اسی پرچہ میں محترم سیفی صاحب کی ایک خوبصورت نظم شائع ہوئی ہے جس کے دو بند حسب ذیل ہیں

جس کے ہر جرعہ پرکیف میں ہو لطف حیات
جس کا ہر شعلہ ہو صد غیرت قندیل نجات
جس کی مستی میں جھلکتا ہو مسرت کا ثبات
ہاں وہی جام مئے ناب پلا دے ساقی

مجھ کو آئینہ تقدیس و وفا بننا ہے
شعلہ طور کی دہکی سی ضیاء بننا ہے
ساری دنیا کے لئے راہنما بننا ہے
ہاں وہی جام مئے ناب پلا دے ساقی

اس شمارہ میں "اپنی مدد آپ" کے عنوان کے تحت ایک خبر شائع ہوئی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ربوہ کے ایک سماجی کارکن محمد یوسف بھٹی صاحب نے اقصیٰ روڈ پر ٹریفک کا نظام بہتر بنانے کے لئے بلدیہ ربوہ کے افسران کی اجازت سے اقصیٰ چوک سے لاری اڈہ تک سڑک کے درمیان میں ایک لائن لگا کر اسے SingleCarriageWay بنادیا ہے۔

۳ اپریل کے "الفضل" ربوہ میں صدر عمومی ربوہ کے دفتر میں "ایمر جنسی سنٹر" کے قیام کی اطلاع شائع ہوئی ہے جہاں فون کرنے پر مستعد معاونین حاضر ہوکر اپنی خدمات پیش کریں گے۔

"الفضل" ربوہ کے ۴ اپریل کے پرچہ میں Rock Climbing Training Courses کے افتتاح کا اعلان شائع ہوا ہے۔ یہ کورس ہائیکنگ ایسوسی ایشن (مجلس صحت) کے زیر اہتمام ۷ مارچ ۱۹۹۵ء کو شروع ہوا۔ افتتاحی تقریب کے مہمان خصوصی کینیڈا کے معروف مصنف اور ہائیکر مسٹر اور مسز گلیری تھے۔ دیگر مہمانان کرام میں انچارج ہائیکنگ ایسوسی ایشن مکرم چودھری محمد علی صاحب، سیکرٹری مجلس صحت میجر شاہد سعدی صاحب اور مہتمم مقامی ربوہ محترم مرزا غلام قادر صاحب شامل تھے۔

اسی اشاعت میں لیفٹیننٹ کرنل بشارت احمد صاحب کا مصائب میں باحوصلہ رہنے کے بارے میں ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں مثالوں کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مصیبت کے وقت اپنے حواس کو قابو میں رکھنا ایک راہنما کے لئے بہت ضروری ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے "مصیبت میں گھبرانا بہت بڑی مصیبت ہے"۔ مضمون نگار نے اتا ترک کمال پاشا اور جنرل ٹکا خان کی حوصلہ مندی کی مثالیں بیان کرنے کے بعد چونڈہ فرنٹ کی ایک انفنٹری بریگیڈ کے بریگیڈیئر (بعد میں لیفٹیننٹ جنرل) عبدالعلی ملک کا واقعہ بیان کیا ہے جب پسرور کے قریب ناگہانی مصیبت کی طرح بڑھتے ہوئے ٹینکوں کو شاندار حوصلہ اور جرات کے ساتھ ان کی انفنٹری نے روک دیا۔

اسی پرچہ میں محترم طارق بشیر صاحب نے جیومیٹری کی تاریخ بیان کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ بابل میں قدیم تاریخ سے علم ہوتا ہے کہ وہاں کے لوگ سال کو ۳۶۰ دنوں میں تقسیم کرتے تھے اور اسی اصول کے تحت انہوں نے دائرے کو ۳۶۰ حصوں میں تقسیم کیا جو آجکل کے ڈگری سسٹم کا آغاز ثابت ہوتا ہے۔ پھر مصریوں نے زمین کی تحقیق کے بارہ میں بہت کام کیا اور اسی وجہ سے جیومیٹری کا لفظ ایجاد ہوا جس کا مطلب ہے "زمین کی پیمائش"۔ قدیم یونان میں بھی اس سلسلہ میں اہم کام ہوا لیکن وہ پہلا شخص جس نے جیومیٹری کے اصولوں کو متعارف کروایا وہ فیثا غورث تھا۔ اس کا بیان کردہ جیومیٹری کا مسئلہ آج بھی بے حد مشہور ہے۔

حاصل مطالعہ

عرصہ ہوا خاکسار نے ایک کتاب موسوم بہ "مولانا ابو الکلام آزاد" مصنفہ جناب عابد رضا بیدار، مقامی لائبریری سے مستعار لے کر پڑھی تھی جو کہ ۱۹۶۸ء میں انسٹیٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز، رامپور Institute of Oriental Studies, Rampur کے سلسلہ مطبوعات کی دس سالہ یادگار اشاعت کے موقع پر جمال پرنٹنگ پریس کی طبع شدہ تھی۔ اور جیسا کہ اس کتاب کے عنوان سے ظاہر ہے یہ برصغیر ہند کے مشہور و معروف مذہبی و سیاسی لیڈر مولانا ابو الکلام آزاد کے حالات زندگی پر مشتمل تھی۔

اس میں خاکسار کے لئے جو امر خصوصی توجہ اور دلچسپی کا باعث ہوا وہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی حضرت سیٹھ اسماعیل آدم صاحب کا ایک مطبوعہ خط تھا جو آپ نے ۱۹۴۵ء میں بحیثیت امیر جماعت احمدیہ بمبئی مولانا ابوالکلام آزاد کے نام تحریر فرمایا تھا۔ چنانچہ اپنے اس مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں کہ ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء کا ذکر ہے جب مولانا آزاد کے برادر اکبر مولانا ابوالنصر غلام یاسین آہ نے اپنے ایک پنجابی تاجر کے ذریعہ انہیں بلا کر اپنا ایک خواب سنایا کہ جیسے وہ اور ان کے چھوٹے بھائی ابوالکلام آزاد قادیان گئے ہیں اور مرزا صاحب کے ساتھ ملاقات میں گفتگو کے دوران ان کے بھائی نے سخت کلامی کی ہے جس پر ایک عینک والے صاحب نے انہیں ڈانٹ کر چپ کرایا کہ بے ادب کس مدعی سے مخاطب ہے جس کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف فرمائی ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے چند ایک برس کے بعد ایک روز مولانا ابوالنصر آہ ان کی دکان پر تشریف لائے اور بیان فرمایا کہ ان کا خواب بعینہ پورا ہو گیا ہے۔ وہ یوں کہ دونوں بھائی امرتسر گئے تھے اور وہاں سے قادیان۔ مسجد میں حضرت مرزا صاحب کے ساتھ ملاقات ہوئی اور جیسے خواب میں دیکھا تھا ویسے ہی دوران گفتگو ان کے چھوٹے بھائی نے گستاخی کی جس پر ساتھ بیٹھے ہوئے ایک عینک والے بزرگ نے انہیں سخت ڈانٹا اور چپ کرایا۔ پھر فرمانے لگے کہ وہ حضرت اقدس کی بیعت کر آئے ہیں مگر اخبار میں اظہار نہ کرنے کا کہہ دیا ہے۔

حضرت سیٹھ صاحب کا مطبوعہ خط جس قدر اس کتاب میں شائع شدہ تھا اس کی نقل اپنی نوٹ بک سے حسب ذیل ہے:۔

مکتوب اسماعیل آدم،
امیر جماعت احمدیہ بمبئی، ۱۹۴۵ء

"........ میری عمر اس وقت ۷۵ سال کے قریب ہے۔ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود مانتا ہوں۔ میں نے ان کی بیعت کی ہوئی ہے۔ میری بیعت کے زمانے میں آپ شاید پندرہ سال کے ہونگے [اجمل خان کا نوٹ کہ اس حساب سے مولانا کی ولادت ۱۸۷۹ء کی ہوتی ہے۔ ابو سعید بزمی نے مولانا کی زندگی میں جو مقالہ لکھا تھا اس میں بھی یہی سال پیدائش اختیار کیا ہے۔]

آپ کے والد صاحب اور آپ کا خاندان کبیر اسٹریٹ میں جس کو چھاچھ محلہ بھی کہتے ہیں سکونت پذیر تھے۔

۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء میں ایک پنجابی تاجر میری دوکان پر آیا کرتے تھے۔ ایک دن مجھ سے کہا مولوی خیرالدین کے فرزند ابوالنصر ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کو عشاء کے بعد اپنے مکان پر بلایا وہ مجھے لے گئے۔ آپ کے مریدوں کے حلقہ میں آپ کے مرحوم بھائی ابوالنصر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور گدی پر آپ کے بہنوئی بھی ان کے ساتھ بیٹھے تھے۔ میں دروازہ میں سے اس پنجابی کے ساتھ داخل ہوا اور سلام علیکم کہا اور آپ کے بھائی اور بہنوئی کھڑے ہوگئے اور مجھے گدی پر

MORSONS CLOTHING
Ladies and Children Clothing
Specialists in
SCHOOL UNIFORMS
Main Showrooms:
682/4 Uxbridge Road, Hayes,
Tel: 081 573 6361/7548
Kidswear Showroom:
54 The Broadway, Ruislip Road,
Greenford
Ladieswear Showrooms:
31 The Broadway, Ruislip Road,
Greenford
Children and Ladieswear
Showrooms:
51 High Street, Wealdstone

اپنے پاس بٹھایا۔ پھر مجمع کو اٹھ جانے کا حکم دیا۔ جب آپ کے بھائی اور بہنوئی اور مجھے لے جانے والے پنجابی کمرے میں اکیلے ہوئے تو خیر و عافیت اور میرے حالات دریافت کرنے میں ۱۵ منٹ گزر گئے۔ جب ہم ایک دوسرے سے تعارف کرا چکے تو تب انہوں نے مجھے اپنا ایک خواب سنایا کہ "میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں اور میرا چھوٹا بھائی ابوالکلام آزاد قادیان گئے ہیں۔ مرزا صاحب سے مجلس میں ملاقات ہوئی اور کچھ دینی مسائل پر گفتگو ہوئی۔ اس گفتگو میں میرے بھائی ابوالکلام نے مرزا صاحب سے کچھ سخت کلامی کی۔ پاس ہی ایک عینک والے صاحب نے میرے بھائی کو بڑے زور سے ڈانٹا اور کہا چپ بے ادب! آداب مجلس کا خیال کر کہ کس مدعی کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے۔ جس کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف کی ہے .... اسی وقت میری آنکھ کھل گئی۔

"....... سال ڈیڑھ سال اس واقعہ کو گزرے ہونگے کہ آپ کے بھائی مرحوم میری دوکان پر تشریف لائے اور مجھے کہا کہ میرا خواب بعینہ پورا ہو گیا۔ ہم امرتسر گئے تھے۔ ہم دونوں بھائی قادیان گئے۔ اسی طرح میرے بھائی نے گستاخی کی اور اسی عینک والے بزرگ نے اسی طرح جیسا خواب میں دیکھا تھا میرے بھائی کو ڈانٹا۔ اور کہا میں بیعت کر آیا ہوں مگر اظہار بیعت اخبار میں نہ کرنے کا ذکر کیا۔ پھر کچھ دنوں بعد میں نے سنا کہ ابوالنصر آپ کے بھائی فوت ہو گئے۔ [یہ عجیب اور دلچسپ بات ہے کہ مولانا ابوالکلام کے ہمعصر، ہمسر، ایک اور مسلم زعیم مولانا محمد علی کے سب سے بڑے بھائی ذوالفقار علی بھی قادیانی تھے اور برملا تھے اور علامہ اقبال کے بڑے بھائی بھی]۔

حاشیہ :۔

اسماعیل آدم کے اس خط کی ایک اور ذریعہ سے بھی تصدیق ہوتی ہے "آزاد کی کہانی" میں (۴۲ ۔ ۳۳۹) مولانا نے مرزا صاحب سے قادیان جا کر ملاقات کا ذکر کیا ہے اور بالکل اسی انداز پر ایک اختلاف رائے اور اس پر شکر رنجی کا تذکرہ بھی ہے [اگرچہ بھائی کے ساتھ جانے کا ذکر نہیں] یہ خط اجمل خان کے مرتبہ ادبی خطوط میں شامل ہے۔ محمد اجمل خان مولانا آزاد کے سیکرٹری تھے"۔

مولانا ابوالنصر غلام یاسین آہ کی ایک تصنیف کے بارے میں جناب عابد رضا بیدار رقمطراز ہیں:۔

"ابوالنصر غلام یاسین آہ کی ایک تصنیف جو آزاد Collection میں محفوظ ہے۔ ان ھذا تذکرہ۔ الخیام۔ یعنی حکیم عمر بن ابراہیم خیام کی مختصر سوانح عمری مرتبہ ابوالنصر غلام یاسین آہ دہلوی۔ کلکتہ امرتالیین نمبر ۱۱۔ آصفی پریس لکھنؤ ۵۲ ص [ان پر عبدالغفار شکیل کا مقالہ آجکل ..... میں]۔

ابوالنصر غلام یاسین آہ اس صدی کی پہلی دہائی کے ابتدائی پانچ چھ سال میں معروف شاعر اور نثر نگار تھے۔ معیاری رسالوں مخزن، زمانہ، مرقع عالم، خدنگ نظر وغیرہ میں ان کا کلام اور مضامین شائع ہوئے تھے۔ ۱۹۰۶ء میں ان کے انتقال پر وصل بلگرامی نے اپنے رسالہ "عالمگیر" کے دوسرے شمارہ بابت اکتوبر ۱۹۰۶ء میں اپنے تعزیتی نوٹ میں لکھا:۔

"مولوی ابوالنصر غلام یاسین آہ دہلوی مرحوم نہایت ہی لائق مضمون نویس اور عمدہ شاعر تھے۔ آپ کا کلام اکثر خدنگ نظر اور دیگر علمی رسالوں میں شائع ہوتا رہا ہے۔ نثر کے مضامین۔ کوئی ایسا اردو اخبار اور رسالہ نہ تھا جس میں نہ نکلتے رہے ہوں۔ ۱۹۰۵ء میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ میں خاکسار سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ اور اس جلسہ میں آپ نے جو لیکچر دئے اور نظمیں پڑھیں ان کا ایک ایک لفظ آپ کی اعلیٰ لیاقت اور جدت پسند طبیعت کا شاہد تھا۔ حاضرین و سامعین سن سن کر نعرہ آفرین بلند کر رہے تھے۔ حال میں آپ اسلامی ممالک کی سیر کو گئے تھے وہاں سے آتے ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اے بسا آرزو کہ خاک شد

ہمیں آپ کی ناگہانی اور بے وقت موت کا افسوس اور سخت افسوس ہے۔ ایسا ہونہار اور علمی مذاق کا دلدادہ کہاں سے لائیں گے۔ خدا آپ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کے اعزہ کو صبر جمیل۔ یقین ہے کہ آپ نے اپنے سفرنامے کا مسودہ ضرور چھوڑا ہو گا۔ امید ہے کہ آپ کے چھوٹے بھائی مکرمی حضرت ابوالکلام آزاد دہلوی جو مشہور انشاء پرداز ہیں آپ کا سفرنامہ آپ کی سوانح عمری اور کلام و مضمون ضرور ایک جگہ ترتیب دے کر شائع کریں گے اور ان کی مختصر سرگزشت سے ہمیں بھی آگاہ کریں گے۔

والد: مولوی خیر الدین۔ انتقال ۵ اگست ۱۹۰۸ء، ۱۷ رجب ۱۳۲۶ھ کو ۹۰ سال کی عمر میں کلکتہ میں ہوا۔ اذکار الابرار۔ المشہور بہ تذکرۃ الاقطاب، جلد ۱ مصنفہ حافظ نورالدین احمد نور سعیدی پریس کلکتہ۔

آبائی وطن : قصبہ قصور ضلع لاہور۔ مولوی آفتاب الدین کی بڑی بیٹی ابوالنصر آہ سے بیاہی تھی۔ اور چھوٹی زلیخا مولانا آزاد سے۔ (نورالدین ابوالنصر آہ کے لڑکے زندہ ہیں اور چچا کے انتقال کے بعد دہلی سے کلکتہ چلے گئے ہیں)

بھائی: غلام محی الدین احمد ابوالکلام آزاد۔

(خلاصہ بیان عبدالرزاق ملیح آبادی)

(مرسلہ: چوہدری عبدالحفیظ خان ریحان ۔ برمنگھم)

مکتوب آسٹریلیا

آئندہ صدی کیسی ہوگی

(چوہدری خالد سیف اللہ، نمائندہ الفضل، آسٹریلیا)

آئندہ صدی خدا ہی جانے کیسی ہوگی۔ لیکن سائنس دانوں، تحقیق کرنے والوں اور تاجروں وغیرہ نے بعض اندازے لگائے ہیں۔ فی الحال تو ان کی حقیقت افسانوی (Fiction) حد تک ہی ہے لیکن بہرحال وہ خیال افروز ہیں۔ ان میں سے کچھ آپ بھی سنئے۔

میڈیکل سائنس اتنی ترقی کرے گی کہ ڈاکٹر ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے آپریشن یا معائنہ کر لیا کریں گے۔ جس رفتار سے الیکٹرانک آلات جسموں میں فٹ کئے جا رہے ہیں انسان نیم حیوان اور نیم الیکٹرانک ہو جائے گا۔ جنگوں کے ہتھیار اور انداز بدل جائیں گے۔ دشمن کو مارے بغیر مغلوب کیا جا سکے گا۔ لیزر رائفل (Laser Rifle) عارضی طور پر اندھا کرنے کے لئے استعمال ہوگی۔ الٹرا ساؤنڈ (Altra Sound) طاقت انسانوں کو سر چکرانے کی مرض میں مبتلا کرے گی اور ایسی بندوقیں استعمال ہونگی جو مخالف فوج کے اعصاب پر حملہ کر کے انہیں بے کار کر دیں گی۔ جراثیمی جنگ (Biological War) کا خطرہ زیادہ خوفناک ہے۔ طاعون جیسی تباہ کن بیماریاں پھیلائی جا سکیں گی۔ لیکن سب سے زیاد خطرہ Genetic Weapons کا ہے ان کو "نسل بم" یعنی Race Bomb کہا جائے گا جو ایک خاص نسل یا Genes رکھنے والے لوگوں کو ہی ختم کرے گا دوسروں پر اثر نہیں کرے گا (ہے نا جہنم کی تصویر کہ جن کے اپنے نفوس میں آگ سے مناسبت ہوگی آگ صرف انہی کو جلائے گی اوروں کو کچھ نہ کہے گی) ٹینکوں کی یلغار کو بے کار بنانے کے لئے ان کے رستہ میں چپکنے والا فوم بچھا دیا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔

جرائم میں اضافہ ہوگا جس کی بڑی وجہ یہ ہوگی کہ لوگ صدیوں کی اخلاقی اقدار کو خیرباد کہہ دیں گے۔ اقدار کا باہمی ٹکراؤ ہو گا جس کے نتیجہ میں کچھ جیتیں گی، کچھ ہاریں گی اور کچھ باہم گڈمڈ ہو جائیں گی۔

ایسی ملازمتیں جو عمر بھر ساتھ دیں بہت کم رہ جائیں گی اور لوگ کئی کئی کام سیکھ کر مختلف اداروں میں عارضی اور جزوقتی کام کرنے پر مجبور ہوں گے۔ ہر شخص اپنے پاس اپنا کمپیوٹر کارڈ رکھے گا جس پر اس کی مکمل شناخت کے علاوہ تجربہ، نوکریوں کا ریکارڈ، تعلیم، میڈیکل ہسٹری، Genetic Data، بنک اکاؤنٹ وغیرہ چیزیں درج ہونگی۔ اس کے اعمال نامہ کا جو چیپٹر کوئی پڑھنا چاہے فوراً پڑھ لے گا۔

کمپیوٹر ساری زندگی میں انقلاب برپا کر دے گا۔ اگرچہ سوچنے کی اہلیت تو حاصل نہ کر سکے گا لیکن اس کے قریب پہنچ جائے گا۔ بہت لوگ گھر بیٹھے دفتری فائلیں کمپیوٹر پر طلب کر کے وہیں سے کام نمٹا دیا کریں گے۔ شاپنگ گھر بیٹھے بذریعہ کمپیوٹر ہو جائے گی۔ کمپیوٹر کے بین الاقوامی رابطہ نظام (Internet) کے ذریعہ گھر بیٹھے دنیا کی لائبریریوں اور علوم تک رسائی حاصل ہو جائے گی۔ باتیں بھی ہونگی اور پیغام بھی آئیں جائیں گے۔ کمپیوٹر کی اتنی اہمیت بڑھ جائے گی کہ اس کا بھی گویا عالم حیوانات، نباتات اور جمادات کی طرح کا الگ جہان ہو گا۔

(ماخوذ از سڈنی مارننگ ہیرلڈ ۸ مارچ ۱۹۹۵ء)

مذکورہ بالا اندازے ترقی اور تحقیق کے موجودہ رخ کو دیکھتے ہوئے لگائے گئے ہیں۔ پر اللہ کے اپنے پروگرام ہیں وہی بہتر جانتا ہے کہ کیا ہو گا۔ خدا کی باتیں خدا ہی جانے۔

—○ ○—

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

ایک خبر کے مطابق امریکہ کے ۶۲ سالہ وکٹر کرافورڈ نے سگرٹ نوشی اس وقت شروع کی جب اس کی عمر صرف ۱۳ برس تھی۔ پھر وہ امریکہ کی سگرٹ انڈسٹری کے کاروبار کو فروغ دینے کے لئے کام کرتا رہا اور لوگوں کو سگرٹ نوشی کی تلقین کرتا رہا۔ آخر کار اسے خود گلے کا کینسر ہو گیا اور اب جبکہ اس کی زندگی اختتام کو پہنچ رہی ہے وہ ساری عمر کی غلطی کا کفارہ اس طرح ادا کر رہا ہے کہ ٹی۔ وی۔ پر سگرٹ نوشی ترک کرنے کی مہم میں کام کر رہا ہے اور سیدھا کیمرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہتا ہے "مجھے افسوس ہے میں جھوٹ بولتا رہا۔ مجھے افسوس ہے"۔ (سڈنی ہیرلڈ ۷ مارچ ۱۹۹۵ء)

—○ ○—

آسٹریلیا کے سائنس دانوں نے سمندر کی لہروں سے غیر محدود بجلی پیدا کرنے کا طریقہ دریافت کر لیا

آسٹریلیا کے سائنس دانوں نے سمندر کی لہروں سے بے حد و حساب مقدار میں بجلی پیدا کرنے کا ایک نیا طریقہ معلوم کر لیا ہے جو سستی بھی ہوگی اور صاف ستھری بھی۔ اس کی کنجی ایک پراسرار پلاسٹک ہے جسے Piezoelectric پلاسٹک کہتے ہیں۔ اور اس کا تکنیکی نام Polyvinyl—iodene Fluoride ہے۔ اس خاص قسم کے پلاسٹک کی خصوصیت یہ ہے کہ جب یہ لہروں کے اثر سے ہلتا ہے تو ڈی سی بجلی پیدا کرتا ہے خواہ لہر کتنی ہی ہلکی کیوں نہ ہو۔ ڈی۔ سی۔ بجلی کو ریکٹی فائر کی مدد سے اے۔ سی۔ میں تبدیل کر کے ساحل پر لے جا کر خواہ گرڈ سسٹم میں ملا دیا جائے اور بیٹریوں میں جمع کر لی جائے۔ پلاسٹک کی شیٹس ایک فلوٹ Float کے ساتھ لٹکائی جائیں گی جو پانی میں تیرتا رہے گا۔ جب شیٹوں کے ہلنے سے ان میں تناؤ پیدا ہو گا تو ان کے مالیکیول کا نظام Molecular Structure ڈی۔ سی۔ بجلی پیدا کرے گا جو کیبلوں کے ذریعہ ساحل تک پہنچائی جائے گی۔ اس بجلی کی پیداوار سے کوئی فضائی آلودگی پیدا نہیں ہوگی اور اندازہ ہے کہ صرف تیس پنس میں ایک یونٹ بجلی کا پڑے گا جو کوئلہ، تیل اور ایٹمی بجلی گھروں سے بھی سستا ہو گا۔ یہ ایک ایسی انقلابی ایجاد ہے جس سے سمندروں سے بے حساب بجلی سستی پیدا کی جا سکے گی۔

(ماخوذ از سڈنی مارننگ ہیرلڈ، ۲ فروری ۱۹۹۵ء)

—○ ○—

شہد کی مکھیاں حساب بھی رکھ سکتی ہیں

خبر رساں ایجنسی رائیٹر کے مطابق جرمن محقق نے دریافت کیا ہے کہ شہد کی مکھیاں گنتی بھی کر سکتی ہیں اور اڑتی ہوئی اپنے راستہ کو متعین کرنے کے لئے اپنے رستہ کے نشانوں کو یاد رکھ سکتی ہیں اور گن سکتی ہیں۔ برلن کے سائنسدانوں نے مکھیوں کی غذا کے برتنوں اور ان کے چھتوں کے درمیان فاصلہ فاصلہ پر ایسے نشان راہ رکھے جن کو مکھیاں گن سکتی تھیں یہ چیز مکھیوں کے حافظہ کی نشان دہی کرتی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کس طرح ان کے دلوں میں علاوہ اور بے شمار باتوں کے یہ بات بھی ڈالتا ہے۔

(ماخوذ سڈنی مارننگ ہیرلڈ ۴ مارچ ۱۹۹۵ء)

fozman foods
BUYING GROUP FOR GROCERS
AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TELEPHONE
081 478 6464 & 081 553 3611

عکس نما

(پروفیسر محمد ارشد چودھری)

پاکستان میں توہین رسالت کا کھیل ایک عرصے سے جاری ہے اور نہ جانے کب تک جاری رہے گا لیکن بین الاقوامی سطح پر توہین اسلام کا جو کھیل کھیلا جا رہا ہے اس کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ TIME نے اپنی ۲۷ فروری ۱۹۹۵ء کی اشاعت میں Nine Parts of Desire نامی کتاب پر جو تبصرہ شائع کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

اس کتاب کی مصنفہ Geraldine Brooks ایک صحافی ہے۔ اس نے مسلمان ممالک میں مسلمان عورتوں سے متعلق قوانین کا جائزہ لیا ہے۔۔۔۔۔۔۔ ایک فلسطینی مسلمان عورت رحمی کی شادی جس مرد سے ہوئی اسے وہ جانتی نہ تھی اور جب اس مرد نے دوسری شادی کی تو رحمی نے اپنے خاوند کو اس لئے نہ چھوڑا تاکہ وہ اس کے چار بچے اس سے نہ چھین لے۔ اس کے خیال میں مصر اور الجزائر میں عورتوں کی آزادی پھر سے ضبط کی جا رہی ہے لیکن ایران کی کالی چادروں میں ملبوس عورتوں کی تعلیم اور ملازمت کا حکومتی انتظام امید کی ایک کرن ہے۔

"نیوزویک" نے بھی اپنی ۲۷ فروری کی اشاعت میں اسی کتاب پر تبصرہ شائع کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کتاب کا نام اس لئے Nine Parts of Desire رکھا گیا ہے کیونکہ (بقول مصنف) اسلامی تعلیم یہ ہے کہ جنسی خواہشات کے دس حصوں میں سے نو حصے عورت کے حصے میں آئے ہیں یعنی عورت مرد سے نو گنا زیادہ جنسی خواہشات کی حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت کو پردے میں رکھا گیا ہے۔۔۔۔۔۔ عورت کا فرض ہے کہ وہ کام کرے اور مرد آرام کرے۔۔۔۔۔ ایرانی مسلمان عورتوں کو محدود حقوق حاصل ہیں۔ وہ دیگر مسلمان عورتوں کے لئے قابل رشک ہیں۔۔۔۔۔ کویت میں جن عورتوں کو فوج میں بھرتی کیا گیا ہے وہ آہستہ آہستہ اپنی شرم و حیا پر غالب آ رہی ہیں۔

مغرب کی ٹیڑھی سوچ کو بیان کرنے کے لئے مجھے ایک نیا لفظ وضع کرنا پڑا ہے جس کے بغیر مغرب کے کے فکری منظر کی عکاسی ناممکن ہے۔ اور وہ ہے HAIDS یہ مخفف ہے Historically Acquired Intellectual Deficiency Syndrom کا۔ اب ہم HAIDS کی روشنی میں بروکس کی کتاب کا جائزہ لیتے ہیں۔ بروکس نے اسلام کی تعلیمات کے جن پہلوؤں کو ہدف تنقید و استہزاء بنایا ہے وہ یہ ہیں:۔

۱۔ اسلامی پردہ ۲۔ اسلامی شادی (Arranged Marriage) ۳۔ تعدد ازواج ۴۔ بچوں کی کفالت کے اسلامی قوانین۔

HAIDS زدہ مغرب کا یہ دستور رہا ہے اور ہے کہ اسلامی تعلیم کا مطالعہ کئے بغیر اسلامی معاشرے کی ہر مقامی، قومی، ثقافتی اور دیگر خصوصیات کو اسلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جبکہ عیسائی معاشرے کی مقامی، قومی، ثقافتی اور دیگر خصوصیات کو عیسائیت کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا۔ پردہ دار مسلمان عورت کو مجبور، مقہور اور مظلوم عورت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے لیکن مغرب کی بےشرم، بےحیا اور عریانی فروش عورت کو Ballerina , Strip-teaser اور Liberated Women کے القابات سے نوازا جاتا ہے۔ بروکس نے مسلمان پردہ دار عورت کا عیسائی Ballerina سے خوب مقابلہ کیا ہے۔ عیسائی عورت جب اپنے جسم کی نمائش لگاتی ہے تو اس کا کریڈٹ یقیناً عیسائیت کو ہی جاتا ہے۔ جس طرح پر مسلمان عورت کا اپنے جسم کی نمائش نہ لگانا اسلامی تعلیم کا Discredit ہے۔ اس حقیقت کا اظہار صرف میرے اپنے وضع کردہ لفظ HAIDS ہی سے ہوسکتا ہے۔ یہ Historically Acquired Intellectual Deficiency Syndrome کا مخفف ہے جو عیسائی مغرب فکر کی ایک فکری وبا ہے۔

اسلامی پردے، اسلامی شادی، اسلامی تعداد ازواج اور اسلامی قوانین کفالت کا مطالعہ کئے بغیر ایک صحافی کا ان موضوعات پر قلم اٹھانا صحافت کی توہین ہے۔۔۔ .. نیوز ویک ۲۷ فروری ۱۹۹۵ء نے افغان خانہ جنگی پر اپنے مضمون میں پھر اسی مغربی عیسائی ذہنیت کا اظہار کیا ہے۔ باوجود یہ تسلیم کرنے کے کہ طالبان نے اب تک حقیقت پسندی، امن پسندی اور مغرب پسندی کا اظہار کیا ہے اور انہوں نے ہر ممکن حد تک قتل و غارت اور خونریزی سے احتراز کیا ہے۔۔۔۔۔ مضمون میں جگہ جگہ "اسلامی جوش و خروش"، "کلاشنکوف اور قرآن"، "مذہبی ریاست"، "مذہبی دقیانوسیت"، "اسلامی پردہ" اور دیگر اسلامی تعلیمات کا ذکر منفی رنگ میں کیا گیا ہے۔ جبکہ بوسنیا کے سرب عیسائیت کے نام پر بدترین انسانی جرائم کا ارتکاب کر رہے ہیں لیکن مغربی پریس نے کبھی "بائبل اور کلاشنکوف"، "عیسائی جوش و خروش"، "عیسائی مذہبی ریاست"، "عیسائی دقیانوسیت" اور "کرسچین بےحیائی" وغیرہ کی اصطلاحات استعمال نہیں کیں۔

جنوبی امریکہ کی عیسائی ریاستوں اور فلپائن اور تھائی لینڈ جیسے عیسائی ممالک میں انسانیت کی جو تذلیل ہو رہی ہے، وہ اسی مغربی منطق کے مطابق "عیسائی بنیاد پرستی" "عیسائی بےپردگی اور بے حیائی" اور "عیسائی دہشت گردی" کے سوا کچھ نہیں ہے۔ لیکن مغرب عیسائی ممالک کی ان خصوصیات کو ان ناموں سے پکارنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ جبکہ وہی مغرب مسلمانوں کی قبائلی، رسمی اور قومی خصوصیات کو ہمیشہ اسلام کی طرف منسوب کرنے کا عادی ہے حالانکہ خود انہی کی مذکورہ منطق کی رو سے اگر کوئی سرب عیسائیوں کی طرف سے بوسنین مسلمانوں پر وحشیانہ مظالم کی خبر دے تو وہ کچھ یوں بنے گی کہ بوسنین سرب سینوں پر صلیبیں لٹکائے، جیبوں میں بائبل چھپائے مسلمان عورتوں کی عیسائیت کے نام پر بےحرمتی کر رہے ہیں۔ یہ بنیاد پرست عیسائیوں کا ایک خطرناک گروہ ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ عیسائیت کی یہی تعلیم ہے کہ ہر برے سے برا کام عیسائیت کی خاطر کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے۔ اسی لئے عیسائی بنیاد پرست ممالک مثلاً امریکہ، برطانیہ، فرانس، نیز بنیاد پرست اقوام متحدہ، سربوں کی ہر ممکن طریق سے مدد کر رہی ہے اور مسلمانوں کو اپنے پہرے میں قتل کروا رہی ہے۔

HAIDS زدہ مغربی عیسائی مصنفین اور صحافیوں کی عادات میں شامل ہے کہ وہ ہر قسم کے مضامین میں

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

MUSLIM TELEVISION AHMADIYYA

Programme Schedule for Transmission from London
21st April 1995 - 4th May 1995

FRIDAY 21ST APRIL

11.30 Tilawat
11.45 Hadith
12.00 Japan Update
12.30 Learning Languages with Hazoor Lesson 5, Part 1.
1.00 News
1.30 Friday Sermon 10/2/89
2.40 MTA VARIETY Correct pronunciation of Durres-Sameen Lesson 12 Part 6.
3.00 Mulaqat (repeat)
4.00 MTA Variety Interview Mian M Ibrahim by Yousaf Sohail sahib.
4.50 Tomorrow's Programmes

SATURDAY 22ND APRIL

11.30 Tilawat
11.45 Hadith
12.00 Eurofile.
12.30 Learning Languages with Hazoor Lesson 5, Part 2.
1.00 News
1.30 Around the Globe.
2.00 "Mulaqat with Hazoor"(repeat)
3.00 MTA Variety German Programme, 1. Introduction to Ahmadiyyat 2. Ahmadiyyat-Real Islam
4.00 LIQAA MA'AL ARAB 5/4/95
4.50 Tomorrow's Programmes

SUNDAY 23RD APRIL

11.30 Tilawat
11.45 Hadith
12.00 "Eurofile"
12.30 Learning Languages with Hazoor Lesson 6, Part 1.
1.00 News
1.30 Around the Globe.
2.00 "Mulaqat" -20/1/95
3.00 Letter from London
3.30 MTA Variety German Prog.
4.30 "Childrens Corner"
4.50 Tomorrow's Programmes

MONDAY 24TH APRIL

11.30 Tilawat
11.45 Hadith
12.00 Eurofile
12.30 Learning Languages with Hazoor Lesson 6, Part 2.
1.00 News
1.30 Around the Globe"Tour of Italy"
2.00 "Natural Cure"
4.00 "Childrens Corner"
4.50 Tomorrow's Programmes

TUESDAY 25TH APRIL

11.30 Tilawat
11.45 Hadith
12.00 Medical Matters (repeat)
12.30 Learning Languages with Hazoor Lesson 7, Part 1
1.00 News
1.30 Around the Globe
2.00 "Natural Cure"-Lesson 20
3.30 MTA Variety
4.30 "Childrens Corner"
4.50 Tomorrow's Programmes

WEDNESDAY 26TH APRIL

11.30 Tilawat
11.45 Hadith
12.00 Learning Languages with Hazoor Lesson 7, Part 2.
1.00 News
1.30 Around the Globe.
2.00 "Quran Class"Tarjumat-ul-Quran-19
3.00 MTA Variety Speech, 1."Backgroud of Prophecies" by Nasir A Anjum 2. "Promised Messiah's Love for the Quran"
4.00 "Childrens Corner"
4.50 Tomorrow's Programmes

THURSDAY 27TH APRIL

11.30 Tilawat
11.45 Hadith
12.00 Medical Matters by Dr. Majeeb-ul-Haq and Shabeer Bhatti.
12.30 Learning Languages with Hazoor Lesson 8, Part 1.
1.00 News
1.30 Around the Globe
2.00 "Quran Class" Lesson 20
3.00 MTA Variety Speech, "Hazrat Messhi-e-Maud ki Shajaat"
3.30 LIQAA MA'AL ARAB
4.50 Tomorrow's Programmes

FRIDAY 28TH APRIL

11.30 Tilawat
11.45 Hadith
12.00 Japan update
12.30 Learning Languages with Hazoor Lesson 8, Part 2.
1.00 News
1.30 Friday Sermon KM IV
2.40 MTA Variety-correct Pronouciation of Durres-sameen
3.00 Mulaqat with urdu speaking friends.
4.00 MTA Variety Sirat Sahaaba Masih-e-Maud-Hazrat Munshi Arorhey Khan.(759)
4.50 Tomorrow's Programmes

SATURDAY 29TH

11.30 Tilawat
11.45 Hadith
12.00 Eurofile
12.30 Learning Languages with Hazoor Lesson 9, Part 1.
1.00 News
1.30 Around the Globe
2.00 Mulaqat 29/4/95
3.00 MTA Variety-German Programme.
4.00 LIQAA MA'AL ARAB 29/3/95
4.50 Tomorrow's Programmes

SUNDAY 30TH APRIL

11.30 Tilawat
11.45 Hadith
12.00 Eurofile
12.30 Learning Languages with Hazoor Lesson 8, Part 2.
1.00 News
1.30 Around the Globe
2.00 MTA Variety German Prog.
3.00 Mulaqat 30/4/95.
4.00 Childrens Corner
4.50 Tomorrow's Programmes

MONDAY 1ST MAY

11.30 Tilawat
11.45 Hadith
12.00 Eurofile
12.30 Learning Languages with Hazoor Lesson 10, Part 1.
1.00 News
1.30 Around the Globe-"Preaching of Islam in a Socialist World"
2.00 Natural Cure Homeopathy Lesson 77.
3.00 MTA Variety-German Prog-KM IV Q&A 4/9/91 in Hamburg.
4.00 Childrens Corner
4.50 Tomorrow's Programmes

TUESDAY 2ND MAY

11.30 Tilawat
11.45 Hadith
12.00 Medical Matters-"Tuberculosis"-Pakistan(754)
12.30 Learning Languages with Hazoor Lesson 10, Part 2.
1.00 News
1.30 Around the Globe
2.00 Natural Cure Homeopathy Lesson 78.
3.00 Childrens Corner.
4.00 MTA Variety-"Qaid-e-Azam Ka Pakistan aur Moojudah Surat-e-Hal. (789)
4.50 Tomorrow's Programmes

WEDNESDAY 3RD MAY

11.30 Tilawat
11.45 Hadith
12.00 Eurofile.
12.30 Learning Languages with Hazoor Lesson 11, Part 1.
1.00 News
1.30 Around the Globe
2.00 Quran Class Tajumat-ul-Quran 50.
3.00 MTA Variety About -Sirat Sahaaba-Hazrat Masih-e-Maud "Hazrat Munshi Abdullah Khan"(759)
4.00 Childrens Corner.
4.50 Tomorrow's Programmes

THURSDAY 4TH MAY

11.30 Tilawat
11.45 Hadith
12.00 Medical Matters-First Aid
12.30 Learning Languages with Hazoor Lesson 10, Part 2.
1.00 News
1.30 Around the Globe
2.00 Natural Cure Quran Class Tajumat-ul-Quran 51.
3.00 MTA Variety
4.00 LIQA'A MA'AL ARAB 4/5/95
4.50 Tomorrow's Programmes

PLEASE NOTE

•Feedback from viewers on the quality of the language programmes would be much appreciated.

•Programmes or their timing may change without prior notice.

Al Fazl International Weekly, London

16 Gressen Hall Road, London SW18 5QL (U.K)

ISSN: 1352 9587

TELEPHONE NO. 081-870 8517
FAX NO. 081-870 1095

Vol. 2 Friday, April 21, 1995 No. 16

شذرات

(م-ا-ح)

ہمیں طبعًا اس بات پر تامل ہوتا ہے کہ اپنی ذات کے حوالے سے بات کریں یا اپنے تجربات بیان کر کے اپنے قارئین کی "سمع خراشی" کا موجب ہوں لیکن بعض اوقات کیفیت یا واردات کا عالم یہ ہوتا ہے کہ بے اختیار جی چاہتا ہے کہ اپنے محبوں کو بھی اس میں شریک کر لیں۔

کچھ روز ہوئے کہ روزنامہ الفضل ربوہ کے پرچے موصول ہوئے تو ان میں سے ۱۲ مارچ ۱۹۹۵ء کی اشاعت میں محترم خلیفہ صباح الدین احمد صاحب نے لاہور اور اسلام آباد میں اپنی صبح کی سیر کے دوران کچھ غیر از جماعت بزرگوں کو سلام علیکم کہنے کے واقعات کا ذکر کیا ہے اور ان اصحاب کا ردعمل بیان کیا ہے کہ کس طرح انہوں نے السلام علیکم کہنے میں سبقت پر خلیفہ صاحب کو روک کر نہ صرف اظہار تحسین کیا بلکہ احمدی ماحول میں تربیت پانے اور اس سنت نبوی کو زندہ رکھنے پر انہیں مبارکباد دی۔ ادھر تو خلیفہ صاحب ایک احساس مسرت کے ساتھ اپنے بیانیہ کو آگے بڑھا رہے تھے ادھر ہمارا دل دھڑکنے لگا کہ الٰہی خیر ہو کہیں اس کے بعد ان کا سلام علیکم کسی ایسے بدقسمت کو نہ جا لگے جو انہیں ہاتھ پکڑ کر سیدھا تھانے لے جائے اور ان پر تشبہ بالمسلمین کا پرچہ کٹا دے اور یہ بے چارے اپنی سنت پرستی کے زعم میں حوالات کی سلاخوں کے پیچھے بیٹھے استغفار کرتے نظر آئیں۔ لاہور یا اسلام آباد، ان کے لئے پردیس ہے۔ کوئی سارلیوا نہ پانی دیوا۔ کون وہاں ضمانت دیتا یا مچلکہ بھرتا۔ انہیں یہ تو علم ہی ہے کہ بہت سے اور کلمات کی طرح سلام مسنون کو بھی کچھ لوگ اپنا پیٹنٹ (Patent) بتاتے ہیں اور اس کی خلاف ورزی پر عقوبت کا دعویٰ رکھتے ہیں اور کچھ وہ ہیں کہ اگر یہ ہدیہ محبت کسی احمدی کی طرف سے پیش ہو تو اسے توہین رسول ؐ کے زمرہ میں لا کر دفعہ ۲۹۵/ سی سے ورے نہیں ٹھہرتے۔ کئی استغاثے صرف سلام علیکم کہنے یا خط میں لکھنے کی بناء پر پاکستان میں احمدیوں پر ہو چکے ہیں۔ کچھ ضمانتوں پر پابند ہیں اور کچھ کی ضمانت ہی نہیں ہو سکی۔ حیرت ہے کہ یہاں انگلستان کے بعض ریڈیو سٹیشنوں پر غیر مسلم پروگرام پیشکار دن رات اپنے سامعین کو السلام علیکم کہتے ہیں۔ بعض تو اس کا صحیح تلفظ بھی نہیں کر سکتے اس کے باوجود یہاں کے یا وہاں کے پیٹنٹ ہولڈروں کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔ کچھ نہیں تو خلاف ورزی کا ایک نوٹس دے کر ہی کچھ یافت ہو سکتی ہے۔

بہرحال اس سہم کی حالت میں ہم نے مضمون ختم کیا۔ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس "مجرمانہ جسارت" کے باوجود خلیفہ صاحب بروں آید سلیم۔ اب دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے ان پر وعلیکم السلام نازل کرے جو سلام علیکم کے جرم میں ماخوذ ہیں۔ آمین۔

گزشتہ ماہ برطانیہ کے آزاد خیالوں کے معروف ماہانہ جریدے "فری تھنکر" میں "پاکستان میں توہین مذہب کا قانون" کے عنوان سے ایک مفصل اداریہ شائع ہوا ہے جس میں مدیر نے دو عیسائی ملزموں کے حوالے سے اس قانون کی آڑ میں کئے گئے ظلم اور زیادتیاں گنوائی ہیں۔ یہ ان کی شرافت اور دیانت ہے کہ احمدیوں پر مقدمات اور سزاؤں کے جملہ اعداد و شمار، پولیس اور عدالتی کارروائیوں کی تاریخیں تک بہت محنت سے جمع کر کے پیش کی ہیں۔ انہی دنوں پاکستان سے چند انسانی حقوق کے داعی اور ایسی تنظیموں کے عہدیدار بھی انگلستان میں وارد تھے۔ اتفاق سے ایک مجلس میں ان حضرات، لندن سے کچھ انسانی حقوق کے کارکنوں اور "فری تھنکر" کے ایڈیٹر صاحب سے ہماری ملاقات ہو گئی۔ ہم نے جناب ایڈیٹر کو اتنا متاثر اور حقیقت پسندانہ لیڈر لکھنے پر مبارکباد دی اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ اس موقعہ پر ہم نے پاکستانی حقوق پسندوں کو بازو سے پکڑ کر ان کے سامنے کیا اور ان کا تعارف کرایا کہ یہ لوگ پاکستان میں بہبود انسانیت کے لئے بہت سرگرم ہیں مگر عجیب بات یہ ہے کہ باقی مظلوموں کی دادرسی کے لئے تو بہت ناطق ہیں مگر جہاں اور جب احمدیوں کا نام آیا۔ یہ فوراً ہونٹوں پر انگلی رکھ کر شی شی کرنے لگتے ہیں کہ یار انہیں رہنے دو۔ ان کا نام نہ لو۔ ان کی اور بات ہے وغیرہ" میں نے گلہ کیا کہ یہ لوگ شاید احمدیوں کو انسان ہی نہیں سمجھتے کہ ان کے بنیادی حقوق کی بات ہو تو ہش ہش کرتے ہیں۔

وہ کہنے لگے کہ میں نے تو ساری تفصیل اس لئے دی تھی کہ اول تو میں لامذہب ہوں، کسی کے عقیدہ کی بناء پر امتیاز کا قائل نہیں اور دوسرے میں پاکستانی نہیں ہوں کہ مجھے اپنے گھر کے جلنے یا کار کی ٹوٹ پھوٹ یا سماجی مقاطعے کا ڈر ہو۔ یہ لوگ (بعض پاکستانی، بظاہر آزاد خیال، غیر جانبدار، سب کے لئے انسانی حقوق کے مدعی) اگرچہ بہت ہمت اور جرات سے اس داعیے کی حمایت کرتے ہیں پھر بھی ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو منافق ہیں اور صرف اپنی سیاسی ساکھ قائم رکھنے کے لئے انسانی حقوق کا نام لیتے ہیں۔ کچھ محض فیشن کے طور پر اس تحریک کے ساتھ ہیں کہ اس روشنی کے زمانے میں تعلیم یافتہ لوگوں کی محفلوں کا یہ ایک مرغوب موضوع ہے۔ کچھ مخلص ہونے کے باوجود ماحول سے خوف زدہ ہیں کہ ایسا نہ ہو ادھر کسی احمدی کے حق میں کچھ کہا ادھر محلے کی مسجد کا ملا مغرب کے بعد جلوس لے کر ان کے دروازے پر آ جائے۔ یہ کمزور ہیں سنگباری برداشت نہیں کر سکتے۔ ہاں ان میں بھی ایک طبقہ ایسا ہے جن کے لاشعور میں یہ بات جگہ پا چکی ہے کہ احمدی سچ مچ اسلام کے غدار ہیں، نبی اسلام کے گستاخ اور ملت کے بدخواہ ہیں حالانکہ عملی زندگی میں نہ انہیں اسلام کا کچھ درد ہے نہ رسول ؐ کا لحاظ اور نہ ملت کی پرواہ۔

اس فاضل مدیر کے اس حقیقت پسندانہ تجزیہ سے ہمیں خوشگوار حیرت ہوئی۔ ہمارے چہرے پر اس کا تاثر دیکھ کر کہنے لگے "تم غم نہ کرو جب بھی ہماری مدد کی ضرورت ہو، بے تکلف رابطہ کرو۔ اپنی جماعت کے حالات سے ہمیں باخبر رکھو۔ اصل سچ کے حمایتی تو ہم ہیں"۔ اور ہم دیر تک سوچتے رہے کہ

"پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے"

مالیگاؤں (انڈیا) میں مخالفین کا جماعت احمدیہ کے افراد پر حملہ۔ ۵ احمدی مسلمان زخمی

[پریس ڈیسک] انڈیا سے آمدہ ایک خبر کے مطابق مورخہ ۸ اپریل ۱۹۹۵ء کو بمبئی سے تقریباً ۳۰۰ کلومیٹر دور ایک قصبہ "مالے گاؤں" میں ایک تبلیغی پروگرام کے دوران ڈیڑھ دو ہزار کے لگ بھگ مخالفین کے ہجوم نے احمدی مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اس پروگرام میں انچارج بمبئی مشن مولانا برہان احمد ظفر سمیت کل ۹ افراد شامل تھے۔ پولیس کی حفاظت کے باوجود ہجوم نے پتھروں، ڈنڈوں اور چمڑے کی بیلٹوں کا آزادانہ استعمال کیا اور احمدیوں کو مارنے کے ساتھ ساتھ انہیں سڑکوں پر گھسیٹا۔ جس کے نتیجہ میں پانچ احمدی مسلمان شدید زخمی ہو گئے۔

پولیس نے فوری کارروائی کر کے مخالفین کے ۱۰، ۱۵ سرکردہ افراد کو گرفتار کر لیا مگر ہجوم نے تھانہ کا گھیراؤ کیا جس کی وجہ سے پولیس نے تمام گرفتار شدگان کو چھوڑ دیا۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ "مالے گاؤں" میں کوئی ہسپتال نہیں اور نہ ہی علاج معالجہ کی کوئی سہولت ہے اس لئے زخمی احمدیوں کو وہاں سے ۱۰۰ کلومیٹر دور ایک قصبہ "ناسک" کے ہسپتال میں داخل کرانا پڑا۔

الفضل انٹرنیشنل کے خود بھی خریدار بنئے اور اپنے غیر از جماعت دوستوں کے نام بھی لگوایئے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔

الفضل انٹرنیشنل کی زیادہ سے زیادہ خریداری کے ذریعہ اس روحانی چشمہ کے فیض کو عام کریں۔ نہ صرف خود خریدار بنیں بلکہ دوسروں کو بھی خریداری کی طرف توجہ دلائیں۔

(مینجر)

امریکی محاصرہ کی وجہ سے اب تک عراق میں دس لاکھ افراد موت کا شکار ہو چکے ہیں

(مرسلہ: قطب الدین)

اكثر من مليون عراقي توفوا من جراء الحصار الامريكي!

● بغداد – الوكالات – اكد وزير التجارة العراقي محمد مهدي صالح، امس الخميس، في مؤتمر صحفي في بغداد ان «العراق ضحّى باكثر من مليون شهيد من جراء الحصار الجائر والذي تتحمل مسؤوليته بريطانيا والولايات المتحدة ومن يعاونهما من الحكام العرب المرتبطين بالادارة الامريكية».

ويعدّ العراق نحو ٢٠ مليون نسمة، ويقدر النمو السكاني بنصف مليون سنويا. وكانت وزارة الصحة العراقية اكدت، في كانون الثاني الماضي، في مناسبة الذكرى الرابعة لحرب الخليج (١٩٩١) ان نحو «نصف مليون عراقي توفوا بسبب الحصار».

جريدة «الاتحاد» AL-ITTIHAD. DAILY

الجمعة ٢٤ آذار ١٩٩٥ (ص ١)

عربی اخبار "الاتحاد" میں مذکورہ بالا عنوان سے شائع ہونے والی خبر میں بتایا گیا ہے کہ عراق کے وزیر تجارت محمد مہدی صالح نے بروز جمعرات بغداد میں منعقدہ ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ اب تک عراق میں ایک ملین (یعنی دس لاکھ) افراد شہید و قربان کروا چکا ہے۔ (ان اموات کی وجہ عراق پر عائد) ظالمانہ اقتصادی و تجارتی پابندیاں اور اس کا محاصرہ ہے۔ (ان اموات) کی تمام تر ذمہ داری برطانیہ، امریکہ اور ان کے عرب معاونین پر عائد ہوتی ہے۔ عراق کی آبادی بیس ملین (دو کروڑ) افراد پر مشتمل ہے۔ قدرتی طور پر آبادی میں سالانہ پانچ لاکھ افراد کا اضافہ ہوتا ہے۔ پچھلے سال جنوری میں عراق کی وزارت صحت نے اعلان کیا تھا کہ اب تک پانچ لاکھ عراقی محاصرہ کی وجہ سے مر چکے ہیں۔

اقوام متحدہ کے حقوق انسانی کے ادارے تو اس پر خاموش ہیں۔ اسلامی ممالک اور عرب ممالک کی حکومتیں اور مختلف تنظیمیں بھی عراقی عوام کی اس دردناک حالت کے ازالہ کے لئے کوئی قدم نہیں کر رہیں۔ اگر یہ اسلامی اخوت سے محروم ہیں تو عرب حمیت کے تحت ہی سسکتی ہوئی انسانیت کے دکھ درد دور کرنے کے لئے کچھ کیا ہوتا۔ مگر۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے

Designing & Setting by Khalifa Rawahuddin Ahmad